مجلہ
ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان

جولائی 2005

عزت کیسے ملتی ہے
اداریہ

عشقِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
کے حسین پیکر
امیر المومنین سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

مقامِ صحابہؓ

امیر المومنین
سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ
کا کردار

مرزائیت
کیوں زندہ ہے

نعت شریف

ان کا ہر منگتا داتا ہے

وہ کون و مکان کے سرور ہیں ان پر ہیں یہ کون و مکاں بھی فدا
سامان جہاں ہستی پر ہستی بھی فدا ، ساماں بھی فدا
اس تاجور کونین پہ ہے ، کونین کی ہے ہر ہر شے قرباں
ایک ایک اشارہ ابرو پر' یہ جہاں بھی فدا ، وہ جہاں بھی فدا
اس شافع روز محشر پر ، اس قاسم خلد و کوثر پر
حوریں بھی فدا ، قدسی بھی فدا ، غلماں بھی فدا ، رضواں بھی فدا
ان کا ہر منگتا داتا ہے ، ہر داتا ان کا منگتا ہے
سرکار کے فیض رحمت پر ، سائل بھی فدا ، سلطاں بھی فدا
سرکار کے در کی کرسی کو کرسی بھی سلامی دیتی ہے
طیبہ کی مست بہاروں پر فردوس کے چمنستاں بھی فدا
کیا بات اس جلوہ زیبا کی جس پر ہیں فدا سو جاں سے سبھی
ابو بکر عمر ، عثمان بھی فدا ، حیدر بھی فدا ، سلماں بھی فدا
اس بزم دو عالم میں ہر سو ، بس ان کے کرم کی دہائی ہے
ایک ایک ادائے رحمت پر ، رحمت بھی فدا ، احساں بھی فدا
بخشیں تو سہی وہ غم اپنا ، پھر غم کا مداوا کیا معنے
اس غم کی انوکھی لذت پر راحت بھی فدا ، درماں بھی فدا
مرشد کے وسیلے سے آسی ہے نذرِ متاع حیات ان کی
دنیا بھی فدا ، عقبیٰ بھی فدا ، ارماں بھی فدا ، ایماں بھی فدا

پروفیسر محمد حسین آسی

یا ایہا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم

اے نبی جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو (التوبہ ۔ ۷۳)

تنظیم دین حق کی عظیم تحریک شیران اسلام کا ترجمان

ماہنامہ

مجلہ الحقیقہ

(پاکستان)

جمادی الثانی [illegible] جولائی 2005 جلد نمبر 5 شمارہ نمبر 9

زیر سرپرستی

حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی قادری

فہرس

زرتعاون

پاکستان (فی پرچہ) 15 روپے سالانہ بذریعہ ڈاک -/150

	فی پرچہ	سالانہ چندہ
یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

پبلشر: پروفیسر محمد حسین آسی نے احمد دین پرنٹرز داتا مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلہ الحقیقہ نقش لاثانی نگر، شرقپور، فون نمبر: 451734 (نارووال) سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس-۶۳

ترجمہ: سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمة الحقیقه　　　　اداریه

عزت کیسے ملتی ہے؟

سرپرست اعلیٰ کے قلم سے

کسی نے سچ کہا تھا من کا ن با کیا فلیبک علی الا سلام (یعنی جسے رونا آئے، اسلام کی موجودہ حالت پر روئے) حقیقت یہ ہے کہ حوادث و آلام کے طوفان افق اسلام پر ہر طرف اُمڈے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہانے والوں کی یلغار روز بروز بڑھتی جارہی ہے، انھیں ایک دوسرے سے لڑایا جارہا ہے، اور کسی ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا نہیں ہونے دیا جارہا، کفار و شیاطین مسلمان ملکوں کے حاکموں کو خرید کر سارے ملک کو یرغمال بنا لیتے ہیں اور یہ خریدے ہوئے حاکم سچے خدا سے نہیں ڈرتے، جتنا ان جھوٹے شیطانوں سے ہراساں رہتے ہیں۔ طاغوتی طاقتیں جو چاہتی ہیں ان نام نہاد حکمرانوں کی زبانوں سے کہلوا لیتی ہیں اور انھیں 'مجنوں' آدمی' (جس پر جن کا سایہ ہو) کی طرح شاید اتنا ہوش بھی نہیں ہوتا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں اور اس کا مطلب کیا ہے۔

کیا ہی اچھا ہوتا عالم اسلام متحد ہوتا اور اس کی ایک ہی آواز ایک ہی عزم اور ایک ہی منزل ہوتی۔ مسلمان ملک اپنے قدرتی وسائل کی ریل پیل سے کوئی فائدہ اٹھاتے اور ایک ہیبتناک طاقت ہوتے اور حکیم الامت اقبال علیہ الرحمہ کا وہ خواب پورا ہوتا جو انہوں نے کئی سال پہلے دیکھا تھا یعنی

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے　　　　نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

اس کے برعکس فی الواقعہ ہمارے حکمرانوں کی وہی کیفیت ہے جو بھوت پریت کے سائے کے زیر اثر کسی انسان کی ہوتی ہے۔ مثلاً انسان مومن ہو اور اس کا نام غلام رسول ہو، بھوت پریت کے سائے کی وجہ سے اسے نام پوچھا جائے تو ہندو ہونے کی صورت میں گندا رام یا تلسی داس وغیرہ بتائے گا۔ غلام رسول بیچارے کو تو ہوش ہی نہیں اور اس کی زبان سے نام ہندووانہ بتایا جارہا ہے۔ یہی حال ہمارے حاکموں کا ہے۔ ان کا زبان سے جو اول فول نکلتا ہے، شاید انھیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا اور انھیں اس کا مفہوم بھی معلوم نہ ہو۔

اس وقت ہمارے صدر صاحب اس کی نہایت 'تاریک' مثال ہیں۔ بعض اوقات یہ قرآنی و اسلامی تعلیمات کے بارے ایسے 'الفاظ بک' دیتے ہیں۔ کہ انھیں خود بھی 'شاید' ان کا پورا ادراک نہیں ہوتا یعنی شیطان 'بش' ان پر اس شدت سے سوار ہو جاتا ہے کہ یہ سراپا شیطنت بن جاتے ہیں۔ اس وقت خدا سے اور خدا کے رسول ﷺ سے انھیں قطعاً کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ بش ہی بولتا ہے مگر ان کی زبان سے۔ انھیں اس اسلام سے کد ہے جو مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ سے چودہ صدیاں پہلے طلوع ہوا تھا، انھوں نے کوئی اعتدال پسند دین ایجاد کیا ہے جس کا نام لبرل یا اعتدال پسند اسلام

رکھا ہے۔(بالکل ویسے ہی جیسے جلال الدین اکبر نے نیا دین گھڑ کر اسے 'دین الٰہی' کا نام دیا تھا (کیسی شیطانی حرکت ہے کہ نام دین الٰہی ہے اور پوجا سورج وغیرہ کی) اس سے بدتر حال مشرف کا ہے جو سید ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور 'فنا فی البش' ہو کر وہ بول بولتا ہے جن سے بول کی بد بو آتی ہے۔اس کے سیاہ 'کارناموں' پر غور کیا جائے تو یوں لگتا ہے جیسے ہر ایک پر شیطان ملعون (اور بش) کی گہری چھاپ ہے۔پاکستان کی تاریخ میں بڑے بڑے تاریک دور بھی آئے مگر ایسا دور 'عریانی' کبھی نہیں آیا جیسا آج ہے لبرل قسم کے حکمران بھی مسند حکومت پر براجمان ہوئے مگر 'لبرل ازم' کسی نقطے پر جا کر رک جاتی تھی۔ہاں ایک یہ 'مشرف' ہے جو بے حیائی، فحاشی اور آوارگی فکر ونظر کی نئی نئی منزلیں طے کرتا جا رہا ہے۔تعلیم جیسے مقدس محکمے کو اس نے اپنے آقا و مولا شیطان اکبر بش کے زیر ہدایت شیطانوں کے سپرد کر دیا۔سنا ہے کہ اس دور میں ذرائع ابلاغ ایسے 'حیا سوز' مناظر پیش کرتے ہیں جو 'مشرف زدہ' لوگ ہی پسند کر سکتے ہیں۔عوام کو دہشتگردی سے نجات ملنی چاہئے تھی مگر یوں لگتا ہے کہ راستے تو راستے، اپنے گھر میں بھی کسی کو سکون نہیں۔بہت سے دیہات ہیں جہاں مائیں ننھے منے بچوں کو لے کر مکانوں کے اندر سوتی ہیں۔چوروں اور ڈاکوؤں کے ڈر سے باہر نہیں سو سکتیں۔پھر مہنگائی نے غربا کا کچومر نکال دیا ہے اور بیسیوں لوگوں کی خودکشی کی خبریں اخبارات میں آتی ہی رہتی ہیں۔

صوفیہ نے فرمایا ہے کہ شیطان اور نفس کی جوں جوں اطاعت کی جائے، یہ اور زیادہ اکڑتے، بپھرتے یلغار کرتے بندہ پسپائی اختیار کرتا جاتا ہے اور یہ پیش قدمی اور اپنے بندے کو مزید ذلیل و خوار کرتے رہتے ہیں۔جناب مشرف میں اگر کچھ نہ کچھ عقل باقی رہ گئی ہو اور اگر یہ سرتاپا 'بش' میں فنا نہیں ہو چکے تو یاد رکھیں 'ان کا راستہ ذلت و خواری کا راستہ ہے۔یہ امریکہ اور بھارت کو سر پہ بٹھاتے رہیں' وہ دونوں اسے ذلیل سے ذلیل تر کرتے رہیں گے۔امریکہ نے قرآن حکیم کے بارے میں جو کچھ کرایا، اگر پاکستان کا کوئی صدر غیرتمند ہوتا تو فوراً سفارتی تعلقات منقطع کر لیتا ہمارا صدر ان کے پاؤں چاٹتا رہا اور انھوں نے پھر معلوم ہے؟ کہ کس کو کتا بنا کر کس طرح کارٹون بنایا۔ کاش ہماری طرف سے تھوڑی بہت غیرت کا ہی مظاہرہ کیا جاتا۔ہم نے کبھی پاکستان کے جمہوری حکمرانوں کے طرز عمل کی تعریف نہیں کی تھی، مگر مشرف تو ذلت و بے غیرتی میں سب سے آگے بڑھ گیا ہے۔چونکہ قوم کے سربراہ کی تذلیل پوری قوم کی تذلیل ہوتی ہے، لہذا ہمارے لیے مشرف کا یہ طرز عمل جسے وہ اپنے لئے از حد آبرومندانہ سمجھتا ہے، از حد رسوا کن ہے۔ہماری دعا ہے خدا اسے سمجھ، شرم وحیا اور غیرت عطا فرمائے یا کم از کم اس کے منحوس چنگل سے قوم کو نجات بخشے۔مولائے کریم جل مجدہ کی رحمت سے یہ بعید نہیں کہ وہ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے طفیل امت مسلمہ پر توبہ وانابت اور رحمت و برکت کے دروازے کھول دے، جن کے نتیجے میں پھر کوئی طارق بن زیاد، صلاح الدین ایوبی، نور الدین زنگی پیدا ہو۔انشاءاللہ یہ دعا رائیگاں نہیں جائے گی اور عنقریب صورت حال بدل جائے گی، امریکہ اور اس کے سارے پجاری ذلیل ورسوا اور تباہ و برباد ہوں گے اور اسلام پھر نئی آب و تاب کے ساتھ بزم عالم پر چھا جائے گا۔حق یہ ہے کہ مشرف کے افسوسناک رویے سے دل خون کے آنسو روتا ہے واقعی اس بدبخت نے درویشوں کے دلوں کو ملول کر کے رکھ دیا ہے۔اس بیوقوف کو معلوم نہیں کہ عزت و آبرو کا راستہ بش کی غلامی نہیں، اللہ جل مجدہ کے محبوب اکبر واز بر واظہر ﷺ کی مخلصانہ نیازمندی ہے۔

محمد ﷺ عربی کابروئے ہر دو سرا است　　　کسے کہ خاک درش نیست، خاک بر سر او

ترجمہ: محمد عربی ﷺ دونوں جہاں کی عزت و آبرو (کا سبب) ہیں۔جو ان کے دروازے کی خاک نہیں بنتا، اس کے سر پر مٹی پڑے (یعنی وہ تباہ و برباد ہو)

چھوڑیئے اس مشرف کو، اب میں پوری ملت اسلامیہ سے اپیل کرتا ہوں کہ عزت و ذلت کے معیار کو سمجھنے کے لئے ان آیات کو پیش نظر رکھے۔

بشر المنفقین بان لھم عذابا الیماo ن الذین یتخذو ن الکفرین اولیآء من دو ن المومنین ط ایبتغون عند ھم العزۃ فان العز ۃ للہ جمیعا o (النساء۔۱۳۸،۱۳۹)

ترجمہ: خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کیلئے دردناک عذاب ہے، وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیا ان

کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے۔

اب آیئے ایک دوسری آیت کریمہ کے تقریباً نصف آخر کی طرف

وللہ العزۃ ولرسولہ و للمومنین ولکن المنفقین لا یعلمون (المنافقون۔۸)

ترجمہ: اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

مشرف حکومت کی تازہ بدبختی

مشرف امریکہ اور بھارت وغیرہ کے مقابلے میں کس حد تک نیاز مند ہے، اس کا ثبوت اس کے روزمرہ کے وہ بیانات ہیں جو اخبارات سے پڑھتے رہتے ہیں۔ بے غیرتی کا یہ زہر اس کے اور اس کی حکومت کے رگ و ریشہ میں اس حد تک سرایت کر چکا ہے کہ اپنے ملک میں بھی خدا اور اس کے رسول ﷺ کے ذکر کو مٹانے کی ناپاک کوششیں کی جارہی ہیں چنانچہ دیکھئے نوائے وقت (لاہور) مورخہ 25 جون کے اداریئے کا ایک شذرہ بعنوان 'شعائر اسلامی کا مذاق نہ اڑائیں' ہم یہاں اسی کو لفظ بلفظ نقل کرتے ہیں۔

شعائر اسلامی سے یہ مذاق نہ کریں

پی ایچ اے پنجاب کے حکم پر شاہراہ قائداعظم کے درختوں پر لگے ہوئے اسماء مبارک، کلمہ طیبہ اور درود شریف کے ہزاروں بورڈ اکھاڑ دیئے گئے ہیں۔ اس مذموم کام میں مصروف مزدوروں کا بیان ہے کہ انہیں پولیس پکڑ کر اس کام کے لئے لے آئی ہے۔

حکومت پنجاب نے روشن خیالی اور اسلام سے اپنی محبت کا ثبوت دینے کی بجائے شعائر اسلامی کا مذاق اڑانے اور ان کی توہین کرنے کے وہی اقدامات شروع کر دیئے ہیں جو عراق اور افغانستان میں امریکی فوج کر رہی ہے۔ اس سلسلہ میں پی ایچ اے کے ڈائریکٹر جنرل سے بات کی گئی تو انہوں نے اس کے جواز میں انتہائی بھونڈی دلیل دی کہ درختوں کے ساتھ یہ بورڈ کیلوں کے ساتھ نصب کئے گئے تھے اور کیلوں سے درخت زخمی ہو گئے اور ان کے سوکھ جانے کا اندیشہ تھا۔ درختوں سے ڈی جی کی یہ محبت انتہائی قابل قدر ہے مگر لاہور شہر میں گزشتہ چند برسوں میں 38 ہزار سے زیادہ درخت کاٹے گئے ہیں اور ان میں سے زیادہ تر پی ایچ اے، ایل ڈی اے، سڑکیں اور انڈر پاس بنانے والے محکموں نے ہی کاٹے ہیں مگر اللہ، اللہ کے رسول ﷺ کے اسماء حسنیٰ کی پلیٹیں، درود شریف کے بورڈ اور اقوال جوان درختوں کے ساتھ لگائے گئے تھے ان کے کیل ڈائریکٹر جنرل صاحب کو بہت تکلیف دے رہے تھے۔ انہوں نے کئی برس یہ زحمت اور تکلیف برداشت کی......اور اب اچانک انہیں یہ ہٹانے کا خیال آ گیا ہے...... حالانکہ چند برس قبل ان کے ہی محکمہ نے حکمرانوں کے حکم پر یہ بورڈ یہاں لگائے تھے۔ یقیناً درختوں میں کیل لگانے اور انہیں زخمی کرنے کے بارے میں اس وقت بھی ایسا کوئی جواز نکالا جا سکتا تھا، مگر اس کے بارے میں نہیں سوچا گیا۔ آج کے حکمرانوں کے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے یہ تازہ عذر تراشا گیا ہے۔ بورڈ خصوصی پول نصب کر کے ان پر آویزاں کر دیں۔

لاہور شہر کے عوام نے حکومت پنجاب کے حکم پر پی ایچ اے کے حکام کے اس اقدام کو سخت ناپسند کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت پنجاب نے اس طرح عذاب الٰہی کو للکارا ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ مسلم ریاست کی شناخت، ان کلمات مقدسہ کے بورڈوں اور پلیٹوں کو دوبارہ شاہراہ قائداعظم پر نصب کرنے کا اہتمام کرے۔

بیداری کی تازہ لہر: ایک عرصے سے 'سواد اعظم' پر جمود طاری تھا۔ علماء و مشائخ کی عمومی بے حسی و بے خبری سے دل بہت پریشان رہتا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کے قیام میں بزرگان اہل سنت کی مساعی جمیلہ نہایت بارآور ثابت ہوئیں اور بنارس کی سنی کانفرنس گویا تاریخ پاکستان میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ دیوبندی اور اہل حدیث علماء کی بہت غالب اکثریت پاکستان کے خلاف تھی اور مسلمانوں کی

غالب اکثریت کو مشرک کہنے کے باوجود نہرو اور گاندھی جیسے مشرکوں کو اپنے 'امام و مقتدا' بنائے رہی۔ جب پاکستان بن گیا تو سنی علماء و مشائخ کسی صلے کی پرواکئے بغیر اپنی خانقاہوں میں تزکیہ نفس تک محدود ہو کر رہ گئے اور پاکستان کے مخالفین بڑی ہوشیاری سے اسی پر قبضہ جمانے کی چالیں چلتے اور منصوبے بناتے رہے۔ ۶۹۔۱۹۶۸ء میں بھٹو نے یہاں سوشلزم کی تحریک چلائی تو مشائخ پھر میدان میں آ گئے۔ ان کے صدقے مسلمانوں کا ایمان بھی محفوظ رہا اور آئین سے بھی 'سوشلزم' کا خطرہ ٹل گیا۔ مشائخ پھر اپنے اخلاص کے پیش نظر 'ذکر و فکر' سے وابستہ ہو گئے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان کے بہت سے مشائخ اب تک اپنی آخری آرامگاہوں کو سدھار چکے تھے۔ پھر اسلام اور سوشلزم کی جنگ کے دوران مجاہدانہ کارنامے سرانجام دینے والے قدسی نفوس میں سے بہت سے اپنے اپنے وقت مقررہ پر دنیا چھوڑتے گئے۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ عموماً مدرسے اور خانقاہیں ویران ہوتے گئے اور وہی حال ہو گیا، جس کا نقشہ حضرت اقبال نے یوں کھینچا ہے۔

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک　　　نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ

اب ایک عرصے سے اسلام کسمپرسی کے عالم میں ہے اور پاکستان کے دشمن ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔ نفاق کے پیکر امت کو حضور ﷺ کے دروازے سے دور لیجانے میں دن رات لگے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنے مدرسوں کو اسلحہ خانہ بنا دیا اور ہزاروں کی تعداد 'مجاہدین' کے نام سے ایسے مفسدین تیار کر دیئے جو محمد بن عبدالوہاب کی سنت پر عمل کر کے اہل سنت کا قتل عام کرتے جیسا کہ 'لشکر طیبہ' کا پروگرام تھا۔

مگر عموماً سنی علماء و مشائخ کو پھر بھی علم نہ ہوا یا احساس نہ ہوا۔ ہم نے بغور ان باطنی دشمنان اسلام کا جو اکابر صوفیہ کو کفار و مشرکین ظاہر کر کے ان کے ماننے والوں کے واجب القتل ہونے کا عقیدہ اپنے ایمان فروش سپاہیوں کے دلوں میں راسخ کر رہے تھے جائزہ لیا اور اپنی طرف سے اسلام کا اس کے ظاہری و باطنی دشمنوں سے دفاع کرنے کے لئے 'الحقیقہ' کا اجراء کیا اور تحریک شیران اسلام کا آغاز کیا۔

بہر حال یہ خوشی کی بات ہے کہ گذشتہ دنوں لاہور کے اکابر علماء اہل سنت نے ڈاکٹر سرفراز صاحب نعیمی مہتمم جامعہ نعیمیہ کی سرکردگی میں ۸ جون کو داتا دربار سے اسمبلی ہال تک ایک ریلی نکالنے کا بندوبست کیا۔ دربار شاہ لاثانی و نقش لاثانی علی پور سیداں شریف کے سجادہ نشین زبدۃ العارفین قدوۃ الکاملین شیخ المشائخ حضرت پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب مدظلہ العالی ان دنوں لاہور کے ایک ہسپتال میں داخل تھے، انھیں ان کے صاحبزادہ بلند ہمت پیکر غیرت و حمیت حضرت پیر سید کرامت علی شاہ صاحب دام فیضہ جو آج کل جامعہ نعیمیہ میں زیر تعلیم بھی ہیں، کے ذریعے ریلی کی خبر ملی تو یوں لگا جیسے ان کا عشق پھر جوان ہو گیا ہے۔ ہسپتال ہی سے مختلف علاقوں کے مریدین کو اپنی بسیں مہیا کیں اور یوں نو دس بسیں شکر گڑھ ظفروال چپارہ وغیرہ سے برادران طریقت کو لیکر لاہور پہنچ گئیں۔ جو پیدل آ سکتے تھے، پیدل آئے۔ دوسری سنی جماعتوں نے بھی حصہ لیا۔ اس روز اگرچہ شیران اسلام کی اچھی خاصی تعداد بھی شامل تھی، مگر اپنی مستقل حیثیت سے نہیں بلکہ غلامان پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب کی حیثیت سے ہم اس میں شامل ہوئے۔ کہتے ہیں یہ جلوس اتنا بڑا تھا کہ مال روڈ پر ایسا جلوس پیپلز پارٹی جیسی منظم سیاسی تنظیم بھی آج تک نہ نکال سکی۔ پولیس رکاوٹوں کو ایک مقام پر خود پیر کرامت علی شاہ صاحب نے اپنے دست مبارک سے دور کیا اور آگے بڑھنے والوں کی قیادت کی۔

میرے دوست جانتے ہیں کہ ایک عرصے سے یہ کہہ رہا ہوں کہ اب قوم پھر بیدار ہوگی اور اس کی بیداری میں انشاء اللہ حضور شاہ لاثانی اور حضور نقش لاثانی قدس سرہما کی توجہات نمایاں طور پر اور ان کی اولاد خصوصی طور پر سرگرم ہوگی۔ ہماری یعنی شیران اسلام اور الحقیقہ کی حیثیت بھی اسی قدر ہے کہ ہم حضور شہنشاہ لاثانی، حضور نقش لاثانی اور حضور نقشہ نقش لاثانی قدست اسرارھم کے نیازمند اور محتاج ہیں اور موجودہ سجادہ نشین جناب پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب مدظلہ العالی کے وابستگان دامن میں سے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب ملت ضرور بیدار ہوگی اور کوئی اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکے گا۔

اسلام اور شیطان کے سپوت

قسط: 10

تحریر پروفیسر محمد حسین آسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ نے گذشتہ قسط کے آخر میں جبلہ بن ایہم (شہزادہ غسان) کے مرتد ہونے کا واقعہ پڑھ لیا اور یہ دیکھ لیا کہ اسلام کے علمبرداروں کو عدل و مساوات کے تقاضوں کا تحفظ کتنا عزیز ہے۔ یہ ایک شہزادہ تھا اور اگر یہ اسلام سے وابستہ رہتا تو کتنے اور لوگ دامنِ اسلام میں پناہ لیتے۔ مگر اسلام کے دامن میں فوج درفوج آنے والوں کو تو نظر انداز کیا گیا، ہاں اسلام کے قواعد وضوابط میں کسی قسم کی لچک نہ آنے دی۔ کیوں نہ ہو، اللہ کی طرف سے اترے ہوئے دین میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

آج دنیا میں 'جمہوریت' کی بڑی قدر ومنزلت ہے۔ وطن عزیز کی بات چھوڑو، اس میں تو معروف جمہوریت کے تقاضے بھی شاید ہی کبھی ملحوظ رہے ہوں، جہاں جہاں 'جمہوریت' کو بڑی قوت حاصل ہے، کیا اس قسم کا عدل و مساوات وہاں بھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کامل جمہوریت وہی ہے جو قرآنِ پاک نے بخشی اور جسے اللہ کے محبوب اعظم ﷺ اور ان کے خلفائے راشدین نے عملاً متعارف کرایا۔ اور پروان چڑھایا ورنہ موجودہ جمہوریت اپنے پورے پراپیگنڈے کے باوجود اسی قسم کی ہے، جس کے بارے میں حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے کہ آزادی کی ہے نیلم پری

کیا اس دور میں بھی کسی صدر مملکت تک کسی عام شہری کی رسائی آسان ہے اور کیا وہ بالکل ایک عام شہری کی طرح اس پر اس کے سامنے تنقید کر سکتا ہے۔ کیا وزراءِ حکومت کی تنخواہ میں اور دوسرے لوگوں کی تنخواہ میں کوئی فرق نہیں اور کیا وزیراعظم اور صدر مملکت اسی طرح عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہوتے ہیں جس طرح دوسرے شہری ہوتے ہیں۔ چلو آج نہ سہی، کسی قوم کی تاریخ کا کوئی دور بتا دیجئے جو ایسا تابناک ہو۔ چلو یہ بھی نہ سہی، کسی قوم کی مذہبی یا آئینی کتاب ہی کا نام لیں جو اس وقت موجود ہو اور جس نے اپنے ماننے والوں کو قانون کی نظر میں برابر ٹھہرایا ہو اور باہم ہی سہی، عدل و مساوات کا ایسا سبق دیا ہو۔ دیکھئے قرآنِ کریم کی طرف، انسانوں کی پوری نوع کو مساوات سکھانے کا اس سے بہتر و موثر طریقہ کیا ہو سکتا ہے۔ فرمایا جا رہا ہے۔

یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا و نساء ج
واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والارحام ط ان اللہ کان علیکم رقیباo (النساء:۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو، بیشک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

دوسرا مقام پر ارشاد ہوتا ہے

یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکروانثی و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعار فوا ط ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ط ان اللہ علیم خبیر O (الحجرات:۱۳)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے، بیشک اللہ جاننے والا خبر دار ہے۔

تمام انسانوں کو مختلف طبقاتی اور نسلی امتیازات سے بچا کر اور ایک باپ کی اولاد بنا کر رشتہ اخوت میں پرونے والا اسلام کے سوا دوسرا کونسا نظام ہے۔ اگر اسلام کا اس کے علاوہ کوئی اور احسان نہ بھی ہو، فرمائیے اس میں اور کونسا نظامِ فکر و عمل ہے جو اس کے ساتھ برابری کا دعویٰ کر سکے۔ حضور پرنور ﷺ جن پر قرآن پاک نازل ہوا، وہ رحمۃ للعلمین بن کر تشریف لائے، یعنی صرف مسلمانوں اور اپنے حلقہ بگوشوں کے لئے ہی رحمت نہیں بلکہ اپنوں بیگانوں سب کو نوازنے والے۔ بلکہ صرف انسان ہی نہیں، ساری مخلوق جن کی رحمت کی محتاج ہے اور جو ساری مخلوق کی بگڑی بنانے والے ہیں۔

اس رحمتِ عامہ کا ذکر آئندہ کہیں آئے گا، یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ انسانوں کے اندر سے نسلی فخر و رعونت نکال کر انھیں ایک باپ کی اولاد ٹھہرانا حق بھی ہے اور ظلم و ستم کو روک کر عدل وانصاف قائم کرنے کی اہم بنیاد بھی۔ گویا عزت کا یہ پیمانہ نہیں کہ تمہارا کس قبیلے سے تعلق ہے اور تم کس کی نسل میں سے ہو، بلکہ یہاں ایک ہی بات ہے جو تمہیں اللہ کے ہاں عزت دلا سکتی ہے اور وہ ہے اللہ کا خوف، جیسا کہ اوپر دوسری آیت میں

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم

ترجمہ: بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

اگر کوئی شخص کسی بھی نسل سے ہو، اپنے اللہ سے ڈرتا نہیں تو ذلیل ہے۔ اس کو سامنے رکھئے اور مختلف قوموں کے نسلی برتری کے نعروں کا جائزہ لیجئے، فرمائیے اسلام کا بنی نوع انسان پر یہ کتنا بڑا احسان ہے۔

اب آیئے اس کی مزید تفسیر حدیثِ پاک میں دیکھئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں

لا فضل لعربی علی عجمی ولالعجمی علی عربی ولالابیض علی اسود ولالا سود علی ابیض الا بالتقویٰ

ترجمہ: کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی گورے کو کسی کالے اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کے ذریعے۔

گویا عربی و عجمی نیز کالے اور گورے میں جو بھی اللہ سے ڈرتا ہے، وہی صاحب فضیلت ہے۔

یہ تھی اسلام کی وہ تعلیم جس نے چند سال میں دنیا کا بہترین انقلاب رونما کر دیا۔ امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم وبارک وسلم نے ایک دو نہیں، دس بیس نہیں، سینکڑوں ہزاروں بھی نہیں لاکھوں کی تعداد میں ایسے لوگ تیار کر دیئے جن کے باطن ہر قسم کے نسلی ولسانی امتیازات وغیرہ سے پاک ہو گئے اور وہ تقویٰ وطہارت، فکر و عمل سے مالا مال ہو گئے۔ اسلام سے پہلے کس قعرِ مذلت میں تھے اور اسلام کے بعد یہ کس اوج ثریا تک پہنچے، تاریخ انسانیت کا نہایت ہی حیرت انگیز اور نہایت ہی تابناک باب ہے۔ ہاں ہاں ساری دنیا کے انسانوں کی تعداد کے مقابلے میں یہ مٹھی بھر لوگ ہی تھے مگر جس تقوی وطہارت سے آراستہ ہو کر دنیا کے مختلف علاقوں اور ملکوں میں پہنچے، وہاں کے دن بھی پھر گئے۔ حق یہ ہے دنیا کے پسے ہوئے انسانوں کو اسلام کے ورود مسعود سے وہ سکون ملا، جو انھوں نے خواب میں بھی کبھی نہیں دیکھا تھا۔

چونکہ 'الحقیقہ' کا زیر نظر شمارہ عربی تقویم کے اس ماہِ مقدس میں شائع ہو رہا ہے جس میں پیغمبر اسلام حضور پرنور ﷺ کے سب سے بڑے

راز دار اور نبوی تعلیم و تربیت کے عظیم ترین شاہکار حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال شریف ہوا یعنی جمادی الاخری، لہٰذا اس مناسبت سے اولین خلیفہ ءراشد (سیدنا حضرت صدیق اکبر) بلکہ باقی خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سیرت و کردار کے چند پہلو بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ یہاں سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسلام کا نظریہ سیاست و حکومت کیا ہے اور یہ کس قسم کے حکمران تیار کرنا چاہتا ہے۔ ہمیں اس بات کا یقین ہے اور اس پر ہمارا تجربہ گواہ ہے کہ جو لوگ ضمیر و ایمان کا سودا کر کے اپنی رائے اپنے خریداروں کے حسب منشا دینے پر مجبور ہیں، وہ اس قابل ہی نہیں کہ مخاطب کیے جائیں یا ان سے انصاف کی توقع کی جائے، ہاں وہ لوگ جو خلوص سے کسی منزل کی تلاش میں ہیں اور حق مل جائے تو اس کے قبول کرنے میں پس و پیش نہیں کرتے، ان سے گذارش ہے کہ ٹھنڈے دل سے تاریخ اقوام عالم کا مطالعہ کریں اور انصاف سے مختلف افکار و نظریات اور ادیان و مذاہب پر غور کر کے فرمائیں کیا اس میدان میں بھی کوئی نظامِ حیات اسلام کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہے اور کسی قوم کی تاریخ بھی اتنی درخشاں نظر آتی ہے؟

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود کو خلافت کے لئے پیش نہیں کیا بلکہ جب قوم نے متفقہ طور پر آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے آپ کو خلیفہ چن لیا تو آپ نے فرمایا

> ''لوگو! میں تمہارا خلیفہ بنایا گیا ہوں اور میں تم سے اچھا نہیں ہوں (لست بخیر کم) اے لوگو! میں (حضور ﷺ کی) سنت کا پابند ہوں، نئی راہ نکالنے والا نہیں، سو اگر ٹھیک چلوں تو میری مدد کرو اور ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دو۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمانبردار رہوں تو میری اطاعت کرو اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت جائز نہیں''۔

اطاعت امیر کے بارے میں یہی قاعدہ کلیہ ہے جو امت کے والی حضور پر نور ﷺ نے اپنی امت کو سمجھایا ہے۔ یعنی

لا طاعة فی معصیة انما الطاعة فی المعروف (متفق علیہ)

ترجمہ: گناہ کے کام میں کسی کی اطاعت ٹھیک نہیں، اطاعت تو اچھے کاموں میں ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی مثال سے امت کو یہ نکتہ سمجھایا اور بعد میں آنے والے حکمرانوں کو اس پر چلنے کی عملی دعوت دے دی۔

یہ ہے اسلام کا انقلابی نظریۂ حکومت، جو کسی قسم کی فرعونیت کی اجازت نہیں دیتا بلکہ حکمرانوں کو یہ بات ذہن نشین کرا دیتا ہے کہ سربراہِ مملکت بن کر تم انسانیت سے ماوریٰ نہیں ہو گئے، ایسا نہیں کہ جو تمہاری زبان پر آئے وہ قانون بنتا جائے بلکہ حقیقت میں قانون ساز ہونے کی بجائے تم اللہ اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قانون کے اسی طرح پابند ہو جیسے دوسرے مسلمان پابند ہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہ صرف قانونِ الٰہی کے پابند ہیں، تم پابند بھی ہو، محافظ بھی ہو۔ یہ تمھاری ذمہ داری ہوگی کہ کوئی حدودِ الٰہی توڑنے نہ پائے اور شریعت کے خلاف بغاوت کا مرتکب نہ ہو۔

چنانچہ اسی خطبہ خلافت میں حکومت کی پالیسی اور اپنے نظریہ حاکمیت کی وضاحت کرتے ہوئے اس سے پہلے آپ نے یہ فرمایا تھا کہ

> والضعیف منکم قوی عندی حتی اریح علته انشاء الله والقوی فیکم ضعیف حتی اخذ منه الحق ان شاء الله
>
> ترجمہ: اور تم میں سے کمزور میرے نزدیک طاقتور ہے یہاں تک کہ اس کا شکوہ دور کر دوں، انشاء اللہ۔ اور تم میں جو طاقتور ہے، وہ کمزور ہے جب تک اس سے (کسی کا چھینا ہوا) حق واپس نہ لے لوں انشاء اللہ۔

فرمایئے اگر حکمران صدقِ دل سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پالیسی پر عمل پیرا ہوں تو ملک بھر سے فساد کی جڑ کیوں نہ کٹ جائے، اور شہر، گاؤں بلکہ راستے تک کیوں نہ محفوظ ہو جائیں۔ واللہ، سب خلفائے راشدین کا یہی طرز فکر و عمل تھا۔ بعد میں بھی وقتاً فوقتاً ایسے حکمران آتے رہے ہیں جنھوں نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر اس عنوان کو گلے سے لگائے رکھا۔

تاریخ سیاست وحکومت میں ایک حکمران کا یہ جملہ کتنا انوکھا ہے کہ اگر سیدھا چلوں تو میری امداد کرو اور ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کردو۔ ہاں ہاں بادشاہوں کو یہ عاجزی صرف اور صرف خدائی بھر کے مصلح اعظم اور دنیائے انسانیت کے محسن اعظم ﷺ کے دربار دُربار ہی سے مل سکتی تھی، سولی۔ آج اگر دنیا عدل ومساوات کا کوئی نظام ڈھونڈ رہی ہے، تو ظاہر ہے اسلام ہی اس کی مراد پوری کرسکتا ہے۔

حضور پرنور ﷺ نے زیر تربیت افراد کو شرک و کفر سے ہی نہیں، کبر وغرور اور دوسرے قبائح سے بھی پاک کردیا۔ واقعی اللہ نے ان کی نسبت سچ فرمایا ہے

ویز کیھم ترجمہ: (یہ محبوب ﷺ) مومنوں کو پاک کرتا ہے اور پاک کرے گا۔

اور اس سلسلے میں جنھوں نے سب سے زیادہ اثر لیا یا یوں سمجھو جو سب سے زیادہ پاک ہوئے، وہ خلفائے راشدین ہیں۔ چنانچہ جہاں حضور انور ﷺ نے اپنی سنت کی اتباع پر زور دیا ہے، وہیں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی سنت پر چلنے کی ہدایت بھی فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

علیکم بسنتی و سنة الخلفا ء الراشدین المھدیین تمسکوا بھاو عضوا علیھا بالنواجذ

(احمد، ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

ترجمہ: تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاءِ راشدین کی سنت کی اتباع لازم ہے، اس پر عمل کرو اور ان کے طریقے کو ڈاڑھوں کی مضبوطی کے ساتھ پکڑلو۔

﴿ آیئے خلفائے راشدین کی روشن وتاباں سیرت وطرزِ حکومت کی چند جھلکیاں ملاحظہ کریں ﴾

(الف) حضور پرنور ﷺ وصال شریف سے کچھ قبل شمالی سرحدوں کے استحکام اور رومی حکومت کے سامنے قوت کا مظاہرہ کرنے کے لئے سترہ (۱۷) سالہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی زیر سرکردگی ایک لشکر مدینہ منورہ سے روانہ فرما چکے تھے۔ وہ ابھی تین میل کے فاصلے پر مقام جُرف ہی میں تھا کہ سرکار دوعالم ﷺ کا وصال شریف ہوگیا۔ اور پھر ملک کے طول وعرض سے ارتداد وبغاوت کی خبریں آنی شروع ہوگئیں۔ بعض نے خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ ان حالات میں سپاہ کو بھیجنا درست نہیں۔ آپ کا جواب تھا

"قسم اس کی جس کے ہاتھ میں ابوبکر کی جان ہے کہ جس جھنڈے کو اللہ کے رسول ﷺ نے لہرادیا ہے اس کو نہیں اتاروں گا، اگر مجھے یقین ہو کہ شکاری جانور مجھے اچک کرلے جائیں گے تو بھی رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق مہم اسامہ کو انجام دوں گا"۔

حالات کی نزاکت کے پیش نظر خود حضرت اسامہ نے بھی لشکر کی واپسی کے لئے سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کے ذریعے درخواست کی تو فرمایا 'اگر بھیڑیئے اور کتے بھی مجھے اٹھالے چلیں تو میں پھر بھی اپنے آقائے نامدار ﷺ کا حکم نہیں ٹالوں گا۔ بعض دوسرے لوگوں کی رائے کے مطابق حضرت فاروق اعظم نے جب نوجوان امیر کی بجائے کسی اور جہاندیدہ اور تجربہ کار شخص کو امیر فوج مقرر کرنے کی بات کی تو خلیفہٴ اول بیتاب ہوگئے۔ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا 'اے ابن خطاب! یہ منصب اسامہ کو رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا ہے اور تم چاہتے ہو کہ میں چھین لوں'۔

(ب) لشکر کی روانگی: حضور پرنور ﷺ کے وصال شریف کے ٹھیک انیس روز بعد لشکر روانہ ہونے لگا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی جرف پہنچ گئے۔ کچھ دور تک آپ ساتھ بھی گئے اور وہ یوں کہ آپ پیدل تھے اور اسامہ سوار۔ انھوں نے سوار ہونے کی درخواست بھی کی اور یہ بھی کہا کہ ورنہ میں بھی پیدل ہوتا ہوں، تو فرمایا 'اللہ کی قسم' نہ تم اترو اور نہ میں سوار ہوں گا۔ اگر میں اپنے پاؤں اللہ کی راہ میں ایک گھڑی غبار آلودہ کرلوں تو میرا کیا نقصان ہوگا۔ غازی کے ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس کی سات سو خطائیں معاف ہوتی ہیں اور اس کو سات سو درجات عطا ہوتے ہیں۔

(ج) لشکر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، میں تمہیں دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں انھیں یاد رکھنا۔

۱۔خیانت نہ کرنا، فریب نہ دینا، عہد شکنی نہ کرنا ۲۔ بزدلی نہ دکھانا

۳۔کسی کی لاش کو نہ بگاڑنا ۴۔ بچے، بوڑھے اور عورت کو قتل نہ کرنا

۵۔آبادیوں کو نہ اجاڑنا ۶۔ کھجور کے درختوں کو قطع و برید نہ کرنا اور نہ جلانا، ثمر دار درخت نہ گرانا

۷۔بھیڑ، بکری، گائے یا اونٹ کو کھانے کی غرض کے سوا ذبح نہ کرنا

۸۔تمہارا گذر کچھ ایسے افراد پر بھی ہوگا جنھوں نے زندگیاں خانقاہوں میں وقف کر رکھی ہیں۔ انھیں اپنے حال پر رہنے دینا

۹۔تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے جن کی چوٹیاں صاف ہوں گی اور کناروں پر بالوں کی پٹیاں ہوں گی ان کی چوٹیوں پر تلوار چلانا

۱۰۔لوگ تمہارے لئے قسما قسم کے پکے ہوئے کھانے برتنوں میں رکھ کر لائیں گے، انھیں کھانا ہو تو اللہ کا نام لے کر کھانا

پھر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی کہ مہم کو جناب رسالتمآب ﷺ کے احکام کے مطابق عمل کریں۔

یہ تھیں وہ اخلاقی ہدایات جن کی روشنی میں صدر اول کے فوجی سپاہیوں کی تربیت ہوتی تھی اور ان کا مورال بہت بلند تھا۔ فوج کی اسی اخلاقی و روحانی تربیت سے متاثر ہو کر مفتوحہ اقوام خود بخود اسلام قبول کر لیتی تھیں۔ جو لوگ پہلی پیش قدمی میں بھاگ جاتے تھے، اور وہ بھی جب فاتحین کے حسن کردار کا حال سنتے تو دوبارہ کھنچے چلے آتے تھے اور اپنے قدیمی ٹھکانوں میں پھر آباد ہو جاتے تھے۔ مسلمان افواج کے اس اعلیٰ کردار کا اعتراف خود مغربی مصنفین نے بھی کیا ہے۔ پروفیسر ہٹی کے بقول

"مسلمان فوجوں کی طاقت کا اصل راز نہ تو ان کی اسلحہ جنگ کی برتری میں ہے اور نہ اعلیٰ درجہ کی تنظیم میں ہے، بلکہ درحقیقت اس اعلیٰ کیریکٹر اور اخلاقی کردار میں ہے جس کے پیدا کرنے میں بے شبہ ان کے مذہب کا بہت بڑا حصہ تھا اور اس صبر و تحمل کی طاقت میں ہے جس کو ریگستانی زندگی سے بڑا اسہارا ملا تھا، (ہسٹری آف دی عربس)

مشہور ولندیزی مستشرق دخوئی (DR-GUEGE) اقرار کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے فوجوں کو جو ہدایات دی تھیں، ان میں اعتدال اور معقولیت کی جو روح کارفرما ہے، اس کے باعث ان کو بجا طور سے داد دینی پڑتی ہے۔ (بحوالہ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر حمید اللہ)

درحقیقت شام میں لوگ عربوں کی جانب بہت مائل ہو گئے تھے اور ایسا ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ عربوں نے مفتوحین سے جو برتاؤ کیا اگر اس کا مقابلہ وہاں کے سابق حاکموں کے بے اصول ظلم سے کیا جائے تو بڑا ہی سخت فرق نظر آتا ہے۔ شام کے جو عیسائی فیصلہ کالسی ڈون (CHALCEDON) کو نہیں مانتے تھے، قیصر روم کے حکم سے ان کے ناک کان کاٹے جاتے اور ان کے گھر ڈھائے جاتے تھے۔ اس کے برخلاف عرب مسلمان جو حضرت ابوبکر کی ہدایتوں پر عمل کرتے تھے، وہ مقامی باشندوں کا دل موہ لیتے تھے اور سب سے زیادہ اپنی بات کا پاس کرتے رہے، ان فتوحات کے پندرہ سال بعد ایک نسطوری پادری لکھتا ہے کہ یہ عرب جن کو خدا نے آج کل حکومت عطا کی ہے، ہمارے بھی مالک بن گئے ہیں۔ مگر وہ عیسائی مذہب سے بالکل برسرِ پیکار نہیں۔ اس کے برخلاف وہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں۔ ہمارے پادریوں اور قدسیوں کا احترام کرتے ہیں اور ہمارے گرجاؤں اور عبادتخانوں کو جاگیریں (DONS) عطا کرتے ہیں۔

مشہور پادری کارالیفس (C.KARALEVSK) فرانسیسی انسائیکلو پیڈیا میں شہر انطاکیہ کے حالات لکھتے ہوئے کہتا ہے۔

"مسلمان عربوں کو یعقوبی عیسائیوں (JACOBITES) نے بھی اپنے نجات دہندوں کی حیثیت سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

مسلمانوں کی سب سے بڑی جدت جس کا یعقوبی عیسائیوں نے دلی خوشی سے استقبال کیا، یہ تھی کہ ہر مذہب کے پیروؤں کو ایک خودمختار وحدت قرار دیا جائے اور اسی مذہب کے روحانی سرداروں کو ایک بڑی تعداد میں دنیوی عدالتی اقتدار عطا کیا جائے''۔ (رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی)

اہل انصاف اسلامی فوج کے کردار کو سامنے رکھیں اور پھر قرآنِ پاک کے 'نظریہ جہاد' کی تصدیق کریں۔

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع و صلوٰت ومسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ط (الحج۔۴۰)

ترجمہ اور اگر اللہ آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں راہبوں کی عبادت گاہیں اور گرجے، کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے۔

(د) **خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ کا وظیفہ**: منصبِ خلافت قبول کرنے سے پہلے آپ کا ذریعۂ معاش تجارت تھا جو خلافت کے ابتدائی دنوں تک جاری رہا۔ جب خلافت کی مصروفیات بڑھ گئیں تو لامحالہ اسے چھوڑنا پڑا۔ مجلس شوریٰ نے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جو عام مزدور کے معیار کے مطابق تھا۔ ایک دفعہ زوجہ محترمہ نے شیرینی کے لئے خرچ سے کچھ پیسے بنائے اور آپ کو شیرینی خرید لانے کے لئے عرض کی۔ آپ نے اس بچت کے برابر اپنے وظیفہ میں کمی کرادی۔

ایک بار آپ کو شہد کا شربت پیش ہوا تو آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ سبب پوچھا گیا تو بتایا کہ میں نے ایک دن حضور ﷺ کو دیکھا ''کہ کسی چیز کو فرما رہے ہیں 'دور ہو' دور ہو' حالانکہ بظاہر سامنے کوئی چیز نہیں تھی۔ میں نے عرض کیا 'حضور کس چیز کو دور فرما رہے ہیں'۔ فرمایا 'میرے سامنے دنیا آئی اور میں نے اس کو دھتکار دیا'

ایام مرض میں فرمایا 'میں نے خلافت کے دوران بیت المال سے جو خرچ کیا ہے، اس کا حساب کرو اور واپس کردو۔ حساب ہوا تو وہ آٹھ ہزار درہم تھے۔ فرمایا 'اس کے عوض اپنی فلاں جگہ کی زمین اہل اسلام کو دیتا ہوں۔ آپ کے پاس بیت المال سے ایک دودھیل اونٹنی، ایک صیقل گر غلام اور پانچ درہم کی ایک کملی تھی۔ یہ چیزیں آپ کی وصیت کے مطابق خلیفہء دوم کو پہنچائی گئیں جنھوں نے دیکھ کر فرمایا 'ابوبکر کے جانشینوں کے لئے آزمائش پیدا ہوگئی ہے'۔

(ر) **مسلمانوں کا امیر یا خلیفہ وسربراہ کیسا ہوتا ہے**: اسلام نے سربراہ کے بارے میں کیا تصور دیا۔ اس کا جواب مشہور و معروف حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں سنئے۔ ہوا یہ کہ آپ کو قیصر روم کے دربار میں سفیر بنا کر بھیجا گیا تو رومی سردار نے اپنے قیصر کے جاہ و جلال کا نقشہ کھینچ کر آپ کو مرعوب کرنا چاہا۔ اس پر آپ نے خلافتِ اسلامی کے خدوخال یوں بیان فرمائے۔

'ہمارا امیر ہم ہی میں سے ایک فرد ہوتا ہے۔ اگر وہ ہمارے صحیفہ دینی اور ہمارے پیغمبر ﷺ کی سنت کے مطابق کام کرے تو ہم اس کی خلافت برقرار رکھتے ہیں اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو ہم اسے معزول کردیتے ہیں۔ اگر وہ چوری کرے تو ہم اس کے ہاتھ کاٹ ڈالیں، اگر وہ زنا کرے تو ہم اسے کوڑے لگائیں اور اگر وہ ہم میں سے کسی کو گالیاں دے، تو وہ گالیاں کھائے، اگر وہ کسی کو زخمی کرے تو اس سے بدلہ لیا جائے۔ وہ ہم سے چھپ کر نہیں بیٹھتا اور نہ ہم سے تکبر سے پیش آتا ہے اور نہ وہ خود کو ہم پر ترجیح دیتا ہے۔ (فتوح الشام ترجمہ)

(س) **حکام کا تقرر**: اسلامی ریاست میں عمال و حکام کا تقرر اہلیت (MERIT) پر ہوتا ہے جیسا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنھم نے عملاً کر کے دکھایا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ 'میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو کوئی مسلمانوں کا حاکم مقرر ہوا اور وہ کسی کو

اہلیت واستحقاق کے بغیر کسی عہدے پر فائز کرے تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔ خدا اس کا کوئی عذر اور فدیہ قبول نہیں کرے گا'۔

یہی وجہ تھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے ہر عامل سے عہد لیتے تھے کہ وہ عیش وعشرت سے پرہیز کرے گا۔ ریشمی لباس نہیں پہنے گا' چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا، دروازے پر دربان نہیں بٹھائے گا اور محتاجوں کے لئے دروازہ کھلا رکھے گا۔

آپ کے دورِ خلافت میں ایک بار محسوس ہوا کہ کچھ عمال نے بے ضابطگی سے کام لیا ہے تو آپ نے ایسے سب حکام کی املاک کا جائزہ لے کر سب کا آدھا آدھا حصہ بیت المال میں جمع کرا دیا۔ حج کے زمانے میں اعلان عام ہوتا تھا کہ جس عامل سے کسی کو شکایت ہو، خلیفہ کے سامنے پیش کرے، چنانچہ سب شکایات کا ازالہ ہوتا تھا۔

(ص) خلیفہ قانون ساز نہیں بلکہ قانون کا خود پابند ہوتا ہے: چنانچہ ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ میں اس رائے کا اظہار کیا کہ کسی شخص کو نکاح میں چار سو درہم سے زیادہ مہر باندھنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ایک عورت نے انھیں وہیں ٹوک دیا کہ جب قرآنِ مجید ڈھیر سا مال مہر باندھنے کی اجازت دیتا ہے تو آپ اس کی تحدید کا کیا حق رکھتے ہیں۔ آپ نے فوراً اپنی رائے سے رجوع کیا اور فرمایا' آج ایک عورت ایک مرد پہ بازی لے گئی'۔ اسی طرح آپ نے ایک بار مسلمانوں سے فرمایا

اسمعوا و اطیعوا (سنو اور اطاعت کرو)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جھٹ بول اٹھے لانسمع و لا نطیع (نہ ہم سنیں، نہ اطاعت کریں) وجہ یہ کہ سب کے حصے میں ایک ایک چادر آئی، آپ کو دو کیونکر مل گئیں۔ آپ نے اسی وقت اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے شہادت دلا دی کہ دوسری چادر انھوں نے اپنے والد کی نذر کی ہے۔

ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا' اگر میں بعض معاملات میں ڈھیل اختیار کر جاؤں تو کیا کرو گے، حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا' ہم آپ کو تیر کی طرح سیدھا کر دیں گے'۔ فرمایا' تب تو تم کام کے لوگ ہو'۔

ایک دفعہ خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

''میں تمہیں خود بتاتا ہوں کہ بیت المال سے مجھے کس قدر لینا جائز ہے' دو جوڑے کپڑے، سرما اور گرما کے لئے الگ الگ، ایک سواری جس پر حج وعمرہ کر سکوں اور قریش کے ایک متوسط الحال آدمی کے اخراجات اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے لے سکتا ہوں۔ اس کے بعد میں عامۃ المسلمین میں سے ایک فرد ہوں جن حالات سے انھیں دوچار ہونا پڑے گا' انھیں سے میں ہوں گا'۔

﴿مضمون کچھ طویل ہو گیا ہے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سیرتِ مقدسہ کی چند مزید جھلکیاں اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں﴾

﴿ایک خوش کن خبر﴾

لاہور (انٹرنیشنل ڈیسک) یہودیوں کے معروف ربی (عالم) میخائل شروسکی نے خاندان سمیت اسلام قبول کیا تو اسرائیل میں کہرام مچ گیا۔ متشدد یہودی علما نے شدید غم وغصے کا اظہار کرتے ہوئے اس واقعہ کو اسرائیل کے منہ پر کالک ملنے کے مترادف قرار دیا۔ شروسکی خاندان پولینڈ سے ہجرت کر کے اسرائیل آباد ہوا تھا۔ اسرائیل کا میڈیا اس خاندان کے سربراہ کو یہودیوں کا پوپ کہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شروسکی کے قبول اسلام پر یہودیوں میں شدید ردعمل پایا گیا۔ ان کو متعدد بار قتل کرنے کی کوشش کی گئی۔ میخائل شروسکی جو مسلمان ہونے کے بعد محمد المہدی ہیں، ایسی ہی ایک کوشش کے دوران شدید زخمی ہو گئے۔ زخموں کی وجہ سے وہ اب چلنے پھرنے سے قاصر ہیں۔ محمد المہدی کا قبول اسلام اسرائیلی معاشرے میں پہلی مثال نہیں بلکہ ان کا شمار 1998ء سے لیکر اب مسلمان ہونے والے 752 اعلیٰ مرتبت اسرائیلی یہودیوں میں ہوتا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق 1948ء کے بعد سے 15478 یہودی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اسرائیلی یہودیوں کی بہت بڑی تعداد میں اسلام کی جانب راغب ہونے، امریکہ اور یورپ کے صیہونی حلقوں میں ہلچل مچ گئی۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے والے عام یہودی نہیں، بلکہ اکثر متشدد اور کٹر مذہبی نظریات رکھنے والے ہیں۔ (روزنامہ نوائے وقت 26 جون 2005)

اتحاد ملت

کی ضرورت وصورت

قسط:۲۶

تحریر پروفیسر محمد حسین آسی

(ایک عزیز کا محبت نامہ آیا ہے۔ اتحاد ملت کی ضرورت وصورت کی موجودہ قسط اسی پر مشتمل ہے۔ آپ اسے خود غور سے پڑھیں اور کچھ نہ کچھ خود بھی حالات کا جائزہ لینے کی کوشش کریں۔ ہمارا تبصرہ انشاء اللہ اگلی قسط میں ہوگا)

محترم جناب پروفیسر محمد حسین آسی صاحب دامت برکاتہم عالیہ

السلام علیکم! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو صحت کاملہ، نوجوانان ملت اسلامیہ تک اصل اسلام پہنچانے اور مزید حقائق سے پردہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فرقہ واریت اور کفر وشرک کے فتووں سے آلودہ اس معاشرے میں آپ کا وجود ایک نعمت سے کم نہیں۔ میں آپ کا انتہائی ممنون ہوں کہ جن کی بدولت مجھے اپنے اصل اسلام کی طرف رجوع کرنے کا موقع ملا اور اپنوں اور بیگانوں کی ریشہ دوانیوں کے بارے میں اصل صورتحال سے آگاہ ہونے کا موقع ملا۔

سچ تو یہ ہے کہ آپ کی کتاب ''توحید اور محبوبان خدا کے کمالات'' چونکہ سراسر حقائق پر مبنی ہے اور حقائق کو پڑھنا تلخ بھی محسوس ہوتا ہے مگر سچ بات ماننے کے سوا چارہ کار بھی نہیں ہوتا بشرطیکہ دل حق سننے کی طرف مائل ہو اور اللہ اور رسول پاک ﷺ کی رحمت شامل حال ہو۔ میں آپ کی کتاب کا مکمل احاطہ نہیں کر سکا۔ ہر بار پڑھنے پر نئے حقائق منکشف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے۔

میں نے زندگی کا ایک لمبا عرصہ مرکز ابنِ قاسم بوسن روڈ ملتان میں دینی تعلیم حاصل کرنے میں گزارا۔ چونکہ یہ مدرسہ اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ لہذا مجھ میں کافی حد تک اہل حدیث مسلک کے عقائد راسخ ہو چکے تھے۔ مثلاً

۱۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر جانا شرک

۲۔ نبی پاک ﷺ کی حیات بعد از وصال کا انکار

نوٹ:''میں اس عقیدے کا (حیات بعد از وصال کا) کسی طور بھی قائل نہ ہوتا اگر آپ کی کتاب ''توحید اور محبوبان خدا کے کمالات'' نظر سے نہ گزری ہوتی، جہاں آپ نے قرآن پاک کی آیات اور حدیث پاک سے مدلل گفتگو کی ہے اور اپنے شیریں بیان سے اس مسئلے کو سلجھانے کی بہترین سعی فرمائی ہے۔ اللہ اور رسول پاک ﷺ آپ کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے''

۳۔ تمام جید علماء کرام کے ایمان پر شک کرنا بلکہ کفر کا فتویٰ لگانا۔

۴۔ مقلدین کے ساتھ ساتھ ائمہ اربعہ پر بھی طعن و تشنیع کے تیر چلانا۔

۵۔ اسلام کے ہیرو محمود غزنوی کو لیٹرا اور ٹیپو سلطان کو ایک افسانوی کردار کہنا۔

۶۔ اپنے طالب علموں کی اس طرح تربیت کرنا کہ وہ مخالف مسلک کے مقابلے میں کچھ بھی کر گزریں۔

میں اس طرح کا آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں۔

میرا ہی کلاس فیلو عبدالجبار جب مخالف مسلک کے کسی نوجوان سے بحث کرتے ہوئے زچ ہو جاتا تو وہ اپنی طرف سے عربی میں حدیث پیش کرتا (کیونکہ اس کو عربی میں عبور حاصل تھا) مخالف فریق اس نئی حدیث کو سن کر چپ ہو جاتا اس طرح یہ جیت جاتا اور مسلک اہل حدیث کی حقانیت بیان کرتا، یہ انتہا کا افسوس ناک واقعہ ہے

اسی پر اکتفا نہیں ملتان شہر کے ایک بڑے اہل حدیث مولوی صاحب کو سعودی عرب سے مساجد، مدارس اور مسلک اہل حدیث کے لئے گرانٹ آتی تھی۔ یہ مولوی صاحب کسی زیر تعمیر بلڈنگ کی فائل فوٹو بنا کر سعودی عرب ارسال کرتے کہ اس مسجد کے لئے فنڈ درکار ہے۔ فنڈ آ جانے کے بعد وہی مسجد عالی شان کوٹھی میں تبدیل ہو جاتی اور فروخت کر دی جاتی۔ ابھی بھی وہ شہر کے امیر ترین اشخاص میں شمار ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں ان کے پاس دین کا علم بھی ناکافی ہے۔ عامتہ المسلمین کو کافر گرداننا ان کا پسندیدہ ترین مشغلہ ہے۔

اوپر ساری صورتحال جو مذکور ہے میں کسی نہ کسی طرح اس سے نالاں بھی تھا مگر کوئی ٹھوس دلیل نہ ہونے کی وجہ سے اہل حدیث بھی تھا۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فضل سے یہاں اسلام آباد میں میری ملاقات آپ کے بھانجے آفتاب صاحب سے ہوگئی۔ انہوں نے مجھے کتاب ''توحید اور محبوبان خدا کے کمالات'' اور باقاعدہ 'مجلۃ الحقیقۃ' دینا شروع کر دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ کتاب جہاں اپنے حقائق اور سچ بیان کرنے کی وجہ سے تلخ ہے وہاں اپنی جگہ مدلل بھی ہے۔ جس میں نبی پاک ﷺ کے مقابلے میں کسی مفتی، پیر، مولوی کی کسی حیثیت کو نہیں مانا گیا۔ واقعی امتی کا اپنے نبی سے ایسا ہی تعلق ہونا چاہئے، جو کہ آج کل مفقود ہو چکا ہے۔

یہاں میں یہ بات عرض کرتا چلوں میں نے مسلک اہل حدیث کسی لالچ یا تعریف کے لئے نہیں چھوڑا۔ بلکہ تقریباً تین ماہ کے بحث و مباحثہ اور آپ کی کتاب کے دلائل اور ایک ایسا مستند حوالہ جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا وہ ہمفرے کی کتاب ''ہمفرے کے اعترافات'' ہے۔

اب میں نے یہ کتاب اپنے گھر والوں کو بھیجی اور اسلامک یونیورسٹی کے کچھ دوستوں کی آفتاب صاحب سے ملاقات بھی کروائی ہے۔ اور انہیں بھی آپ کی کتاب دی گئی ہے۔

الحمدللہ، معتدل خیال، حق شناس دل آپ کے بیان کردہ حقائق ماننے کیلئے تیار ہیں۔ آپ کی کتاب کا ایک ایک لفظ دلائل اور شیریں بیانی (اگرچہ حقائق تلخ ہوتے ہیں مگر بار بار پڑھنے سے اثر آفریں ہو جاتے ہیں) سے مزین ہے۔

مزید باتیں کبھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان کروں گا۔

آپ کا آج کے فتنہ پرور اور دین سے بیگانہ مسلمان پر احسان عظیم ہے کہ انہیں ان کے اصل اسلام کی طرف لوٹانا چاہتے ہیں اور مجھ ایسا ناچیز، ناہنجار کسی طور بھی آپ کا کما حقہ، شکریہ ادا نہیں کر سکتا جن کی بدولت حق کو سمجھنے کی توفیق ملی۔ دعا ہے کہ اللہ مجھے آپ کی دعوت حق کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

محمد عبدالودود سکنہ حویلی بہادر شاہ (جھنگ)

متعلم انٹرنیشنل ریلشنز

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

تحریر: پروفیسر محمد حسین آسی

قسط: ۵۳

لیجئے حسب وعدہ زیر نظر قسط میں حضرت سیدنا سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات بیان کئے جاتے ہیں۔ان کا کچھ تفصیلی بیان یکجا طور پر سورۃ النمل (پ ۱۹) کے رکوع نمبر ۲ تا ۳ میں اور آیات نمبر ۱۴ تا ۴۴ میں ہے۔ ہاں اجمالاً بعض دوسرے مقامات پر بھی یہ ذکر آیا ہے۔ بات کو عام فہم بنانے کے لئے یہاں ان کمالات کو مختلف عنوانوں کے تحت دیا جار ہا ہے، پھر اس حقیقت کو کسی حد تک واضح کیا جار ہا ہے کہ اس سلسلے میں حضور نبی الانبیا' سید المرسلین سیدنا رحمۃ للعلمین ﷺ کو خصوصیت سے حضرت سلیمان علیہ السلام پر کیا فوقیت حاصل ہے۔

علم و فضل: سورۃ النمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے کمالات کا جہاں ذکر آیا ہے۔ وہاں سب سے پہلے ان کا علم مذکور ہوا ہے اور وہ بھی ان کے والد گرامی حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی شرکت کے ساتھ۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے

ولقد اتینا داؤد و سلیمن علما ج وقالا الحمد لله الذی فضلنا علی کثیر من عباده المو منین○

ترجمہ: اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا فرمایا اور دونوں نے کہا، سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی

ذرا غور فرمائیے، اللہ جل مجدہ نے اپنے دو پاک بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے انھیں علم عطا فرمایا۔ ظاہر ہے یہ عام علم نہیں بلکہ خصوصی علم ہے جو بارگاہ رب العلمین کے سوا کہیں سے نہیں مل سکتا۔ کتنے خوش بخت ہیں وہ حضرات جو انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر قرآن پاک کو سامنے رکھ کر کرتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے علم کا اقرار و اثبات کرتے ہیں۔ وہ لوگ جنھیں یہ شرف حاصل نہیں بلکہ اپنی تقریر و تحریر میں پورا زور لگا کر انبیاء کرام علیہم السلام کے علم کے خلاف محاذ آرائی اور ہرزہ سرائی کرتے ہیں دراصل قرآنی انداز بیان کو نظر انداز کر دیتے ہیں یا جان بوجھ کر بغاوت و شرارت کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

انصاف کے ساتھ سوچئے' اللہ کا یہ فرمانا کہ ہم نے داؤد و سلیمان کو علم عطا فرمایا، کیا ان بزرگوں کے علم پر اٹھنے والے اعتراضات کا کافی جواب نہیں۔ یعنی جب اللہ علم دینے کا اعلان فرمار ہا ہے تو ظاہر ہے وہ علم خدا داد ہم ایسے کم علم اور کم عقل مندوں کا منہ بند کرنے کے لئے کافی ہو گا یا نہیں۔ یقیناً اللہ نے جو علم اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا فرمایا وہ ہمارے وہم و تصور سے بھی بہت بلند ہے اور بہت وسیع ہے۔ اگر اس حقیقت ظاہرہ کے باوجود پھر بھی کسی کو ان انبیاء کرام علیہم السلام کے علم پر انگشت نمائی کی جرأت ہوتی ہے تو سمجھ لو وہ بدنصیب ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام پر نہیں بلکہ ان کے علم دینے والے اللہ جل جلالہ کے علم دینے پر معترض ہے۔

ہمارے ہاں ایک شخص کا یوں تعارف کرایا جائے کہ اسے فاضل بریلوی یا غزالی زماں علیہما الرحمہ کے شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہے، ہم اس کی علمی عظمت کو بصدق دل تسلیم کرتے ہیں، یونہی آگے چلتے جائیے، وہ کتنے وسیع العلم تھے جنہیں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے پڑھایا اور پھر

آگے بڑھتے جایئے اس کائنات میں ان بزرگوں کے علم کا ثانی کون ہوسکتا ہے جنھیں محبوب اعظم واکرم حضور سید عالم ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا اور خاص بارگاہ رسالت پناہ سے علم سیکھنے کا مبارک موقع ملا۔ ہاں ان سے علم میں آگے ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام جنھیں اللہ ذوالجلال نے خود علم سکھایا، مثلاً فرمایا

ولقد اتینا داؤد و سلیما ن علما ج

ترجمہ: اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو علم عطا فرمایا

اب دوسری آیت کی طرف آیئے

وورث سلیمن داؤد وقال یایها الناس علمنا منطق الطیر و اوتینا من کل شیئی ط ان هذا لهو الفضل المبین o

ترجمہ: اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا اور کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا بیشک یہی ظاہر فضل ہے۔

اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ کریم کے عطا فرمودہ خصوصی علم وسیع میں سے ایک علم کا نام لیا ہے جو از خود بہت وسیع ہے یعنی پرندوں کی بولی۔ پھر لڑائی اور غصے کے وقت کی بولی اور اظہار محبت اور صلح کے وقت کی بولی، وغیرہ وغیرہ، ظاہر ہے قرآن پاک کی رو سے یہ بولیاں حضرت سلیمان علیہ السلام کو سکھائی گئیں

دنیا و آخرت کی ہر اہم شے مل گئی: پھر آپ کا یہ فرمان کہ 'ہمیں ہر چیز میں سے عطا ہوا' اس سے مراد حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق دنیا و آخرت کے امور میں سے ہر شے ہے اور مقاتل نے کہا ہے۔ 'یعنی نبوت'، ملک اور ہوا اور شیطانوں کی تسخیر (تفسیر مظہری)

فضل مبین: اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ جو عنایات فرمائیں، انھیں انھوں نے فضل مبین یعنی فضل ظاہر قرار دیا ہے۔

بادشاہت: اسی ضمن میں ان کی یہ دعا بھی ہے

رب اغفر لی و هب لی ملکا لا ینبغی لا حد من بعد ی ج انک انت الوها ب oفسخر نا له الر یح تجر ی بامره رخا ء حیث اصاب oوالشیطین کل بناء و غو اص o واخرین مقرنین فی الا صفاد oهذا عطاء نا فامنن او امسک بغیر حساب oوان له عند نا لزلفی و حسن ما ب o (ص۔۳۵ تا ۴۰)

ترجمہ: عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بیشک تو ہی ہے بڑے دین والا۔ تو ہم نے ہوا اس کے بس میں کر دی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا اور دیو بس میں کر دیئے ہر معمار اور غوطہ خور۔ اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے۔ یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ، تجھ پر کچھ حساب نہیں۔

دعا کے قبول ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے چنانچہ اللہ عزوجل نے روئے زمین کی بادشاہت عطا فرمائی۔

سلیمانی لشکر: قرآن پاک یہ بھی فرماتا ہے

وحشر لسلیمن جنوده من الجن و الا نس و الطیر فهم یو زعون o

ترجمہ: اور جمع کئے گئے سلیمان کے لشکر جنوں اور آدمیوں اور پرندوں سے وہ روکے جاتے ہیں۔

گویا انسانوں کے علاوہ جن اور پرندے بھی ان کے لشکروں کا حصہ تھے

پھر اسی سلسلے میں ہوا کے مسخر کرنے کا ذکر بھی آیا

ا۔ ولسلیمن الر یح غد و ها شهر و روا حها شهر و اسلنا له عین القطر (السبا۔۱۲)

ترجمہ: اور سلیمان کے بس میں ہوا کردی۔ اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینے کی راہ اور ہم نے اس کیلئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوا

۲۔ ومن الجن من یعمل بین ید یه باذن ربه ومن یز غ منهم عن امر نا نذقه من عذاب السعیر O (السبا۔۱۲)

ترجمہ: اور جنوں میں وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے اور جو ان میں ہمارے حکم سے پھرے، ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔

۳۔ یعملو ن له ما یشاء من محاریب و تماثیل و جفان کالجواب وقد ور رسیت اعملوا ال داؤد شکرا ط وقلیل من عبادی الشکو ر O

ترجمہ: اس کیلئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں، اے داؤد والوں شکر کرو اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر کرنے والے

با کمال امتی: حضرت آصف برخیا رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کا واقعہ آپ پڑھ چکے ہیں، وہ آپ کی امت میں ہوئے اور آپ کی عظمت و نبوت کی نہایت اعلیٰ دلیل بن گئے

باشعور جانور: ہدہد جیسا جانور آپ کا قاصد بنا اور اس نے نہایت کامیاب طریقے سے اپنا فرض پورا کیا۔

جذبہ شکر: ان گونا گوں خداداد کمالات وعنایات پر حضرت سیدنا داؤد اور سیدنا سلیمان علیہما السلام فخر وغرور کا راستہ اختیار نہیں کرتے بلکہ ہر ذکر نعمت پر بار بار شکر گزاری کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے نمایاں فضائل زیادہ سے زیادہ بیان کردیئے جائیں۔ ہاں ہاں ہمیں یہ بھی خوشی ہے کہ اللہ کریم نے انھیں فضائل بخشے اور پھر انھیں بیان فرما کر سنت بھی قائم کردی۔ اب جو شخص محبوبان خدا کے کمالات بیان کرتا ہے، وہ اپنے خالق و مالک حقیقی کی سنت پر عمل پیرا ہے اور جو اس طرز عمل سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے' وہ اگر چہ توحید کا بہانہ لگاتا ہے پھر بھی شیطان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے ویسے سب شیطانوں سے محفوظ رکھے۔ ان ایسے ویسوں میں وہ بھی ہیں جو کسی اور نبی اور رسول علیہ السلام کے فضائل کے اقرار یا بیان سے ایسی اذیت محسوس نہیں کرتے، جتنی امام الانبیاء سید المرسلین حضور پرنور ﷺ کے فضائل و کمالات سے، حالانکہ امتی ہونے کے بھی مدعی ہیں یعنی اگر کسی اور نبی علیہ السلام کا کوئی کمال ثابت ہوجائے جو ان کی نظر میں حضور پرنور ﷺ کے باب میں نمایاں نہ ہو' تو پھر بھی یہ اسے اپنی (شیطانی) فتح سمجھتے ہیں۔ (جیسا کہ گذشتہ قسطوں میں گزرا) حالانکہ سیدھی سی بات یہ ہے کہ نفس نبوت میں تو سب انبیاء و مرسلین علیہم السلام برابر ہیں اور اس اعتبار سے سب کو ماننا ایک جیسا ضروری ہے۔ اسی سلسلے میں اہل ایمان کی یہ پہچان کرادی گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں

لا نفر ق بین احد من رسله (البقرہ۔۲۸۴)

ترجمہ: ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔

رہ گیا ذاتی فضائل کا مسئلہ تو واضح انداز میں ارشاد ہوتا ہے

تلک الر سل فضلنا بعضهم علی بعض

ترجمہ: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا

گویا رسالت اور فضیلت لازم وملزوم ہیں، انھیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ مگر ذاتی کمالات ایک دوسرے سے ضرور بڑھ کر اور یقیناً اس ذات پاک کے ذاتی فضائل و کمالات سب سے بڑھ کر ہی ہونے چاہیں جو سب رسولوں کے رسول اور نبیوں کے نبی ہیں چنانچہ رفع بعضهم در جت کہہ کر اشارہ کردیا گیا۔ چنانچہ ساتھ ہی ارشاد ہوا

منهم من کلم اللہ و رفع بعضهم درجت (البقرہ۔۲۵۳)

ترجمہ: ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا

دیکھئے یہاں بھی جب رسولوں کے 'صاحب فضل' ہونے کا ذکر ہو رہا تھا۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ ہونے کا خصوصی ذکر فرمایا، وہاں اپنے حبیب پاک سرور لولاک ﷺ کی سب پر درجوں بلندی کے بیان کو ضروری جانا گیا۔ ذرا غور فرمائیے دوسروں پر یہ بلندی ایک دو درجے سے نہیں، یا چند متعین و محدود درجوں سے نہیں بلکہ غیر معین و غیر محدود درجوں سے ہے۔ اب کس کو اس سے تکلیف ہو یا کوئی اس کے بیان کو شرک سمجھے تو سمجھتا پھرے، اللہ کو کس کا ڈر اور اسے کس کی پروا، سچے اللہ کے سچے بندوں کا سچا نعرہ یہی ہے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب ﷺ

اس برے مذہب پر لعنت کیجئے

اب حضور پرنور ﷺ کے چند فضائل و کمالات بھی اسی تناظر میں دیکھ لیجئے اور دشمنوں کے برعکس اپنے اللہ کا دن رات درود شریف پڑھ پڑھ کر شکر کرتے رہئے جس نے ایسے لاجواب و بے مثال نبی ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا اور پھر خود اس حبیب مکرم و معظم ﷺ کا شکریہ بھی ادا کیجئے جس نے ہم ایسے بیکس و بیچارہ فقیروں کو اپنے غلاموں میں شامل کیا۔

حضور پرنور ﷺ کا علم: اللہ علیم و خبیر جل مجدہ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو 'علم' عطا فرمایا مگر کتنا؟ اس کی تفصیل نہ بتائی۔ یقیناً عام انسانی تخمینے سے بہت زیادہ۔ مگر اپنے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ نے صفت رحمٰن کی جلوہ گری کے ساتھ قرآن پاک سکھایا

الرحمن ○ علم القران ○

ترجمہ: رحمٰن نے اپنے (محبوب کو) قرآن سکھایا (کنز الایمان)

اور قرآن پاک میں کہا گیا ہے

ولا حبة فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین ○ (الانعام۔۵۹)

ترجمہ: اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔

گویا کوئی خشک یا تر چیز ایسی نہیں جو حضور پرنور ﷺ کے علم سے باہر رہ گئی ہو

دوسرے مقام پر فرمایا

و علمک ما لم تکن تعلم و کا ن فضل اللہ علیک عظیما ○ (النسآء۔۱۱۳)

ترجمہ: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر 'فضل عظیم' ہے۔

فرمایئے اس آیت کو سامنے رکھ کر، کونسی چیز ہے، جس کا علم رحمٰن و رحیم اللہ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو مرحمت نہیں فرمایا۔ ہم یہاں زیادہ تفصیل سے گفتگو نہیں کرتے کہ مضمون میں زیادہ گنجائش نہیں ورنہ یہ تو ہماری زندگی کا عنوان ہے) تاہم اتنا سن لیجئے، اللہ نے اپنی قدرت و ملکیت کاملہ کا اظہار فرمایا تو ان الفاظ سے

له ما فی السموات و ما فی الا رض (آیۃ الکرسی)

ترجمہ: اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں

اور حضور پرنور ﷺ نے اللہ کے دست قدرت اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھنے کے بعد کی اپنی کیفیت یوں بیان فرمائی

فعلمت مافی السموت و الا رض (دارمی، مشکوۃ)

ترجمہ: تو میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں۔

ظاہر ہے زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ کے قبضۂ قدرت و ملکیت سے باہر نہیں اور یونہی زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے اس حبیب

مکرم اور شاگرد اعظم ﷺ کے علم سے باہر نہیں۔

فضل عظیم: آپ اوپر دیکھ آئے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے اللہ کے ان احسانات کو جوان کے شامل حال ہوئے انھیں خود فضل مبین سے تعبیر فرمایا (مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا اگر چہ سلیمان علیہ السلام نے بھی جو کچھ فرمایا سچ فرمایا) ادھر دیکھئے اللہ کریم نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو ہر چیز کا علم بھی عطا فرمایا پھر خود اسے فضل مبین نہیں فضل عظیم قرار دیا۔ اللہ فضل مبین بھی فرماتا ہے تو اس کا مفہوم کسی اور کے فضل مبین فرمانے سے زیادہ 'مبین وظاہر' ہوتا، مگر اس نے تو فضل عظیم فرما کر اس فضل کو اور بھی لا متنا ہی بنا دیا۔

کہاں ہیں حضور پرنور ﷺ کے عشاق آئیں اور اس محبوب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی ساری سیرت مقدسہ کے ہر پہلو پر اللہ کے فضل عظیم کے جلوے دیکھتے جائیں۔

واللہ! حضور پرنور ﷺ کے فضائل و کمالات کا انکار بعض احادیث کو مجروح وضعیف ظاہر کر کے کرنے والے بتائیں قرآن کا فضل عظیم تو 'ضعیف' نہیں، اور اگر اللہ کا فضل عظیم مانتے ہیں تو کون سا شرف ہے جو حضور ﷺ کو دیا نہیں جا سکتا۔

چند سال قبل میں ابوالکلام آزاد نامی ملحد، کے جواب میں ایک طویل مقالہ میلا د شریف اور بعض روایات' لکھ رہا تھا۔ میرے پاس برادر طریقت ڈاکٹر غلام یٰسین صاحب تشریف فرما تھے۔ خدا کے فضل سے یہ اہل رابطہ میں سے ہیں۔ چنانچہ معاً بول اٹھے' حضور نقش لا ثانی قدس سرہ فرما رہے ہیں

ان (نجدیوں) سے پوچھو، اگر روایات میلا د ضعیف ہیں یا ان کا وقوع محال ہے تو بتاؤ فضل عظیم کی حد کیا ہے۔

حقیقت بھی یہی ہے اگر قرآن کریم کی کوئی اور آیت بھی محبوب اکرم نور مجسم ﷺ کے فضائل میں صریح نہ ہوتی تو بھی کان فضل اللہ علیک عظیماo کے الفاظ کافی تھے۔

حضور پرنور ﷺ کی بادشاہت: اس سلسلے میں اتنی بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ مخصوص روئے زمین کی بادشاہت کیلئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی جس کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے (اور اس مضمون میں بھی آپ دیکھ چکے ہیں) مگر حضور پرنور ﷺ کی کسی ایسی دعا کا ذکر کہیں موجود نہیں کیونکہ ایسی دعا سرکار ابد قرار ﷺ نے فرمائی ہی نہیں اور نہ یہ آپ ﷺ کی شان ہی کے لائق ہاں بادشاہت بغیر طلب کئے اور وہ بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کی نسبت کہیں اعلیٰ پہلے ہی عطا کر دی گئی تھی۔ یہی حال بعض دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی دعا اور مدعا کا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انشراح صدر کی (یعنی سینہ کھلنے) کی دعا کی' قرآن پاک میں اس کا ذکر آیا مگر قبولیت کا ذکر نہیں آیا (اگر چہ مقبول بھی ضرور ہوئی کہ آخر بلند مرتبہ نبی ورسول تھے۔ علیہ السلام) ہمارے حضور پرنور ﷺ کی دعا کا ذکر نہیں مگر مدعا کے عطا فرمانے کا ذکر آ گیا' اور فرما دیا گیا

الم نشرح لک صدر ک o (الانشراح۔۱)

ترجمہ: کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔

ویسے جس کے لئے سب کچھ بنایا گیا ہو' اس محبوب ﷺ کو سب کچھ خود بخود کیوں نہ ملا ہو گا اور خود بخود ملی ہوئی چیز کے بارے کون ملنے کی دعا کرتا ہے۔ ویسے بھی محبوب محبوب ہی ہوتا ہے۔ بقول اعلیحضرت

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب   یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا !!

ویسے بھی جن کی بلند ہمتی اور بلند نظری کی معراج یہ ہو کہ 'مصطفیٰ راضی نشد الا بذات' لہذا وہ حضور ﷺ اللہ سے اللہ کے سوا کیوں مانگتے اور کیا مانگتے۔

پھر جو بادشاہت اس محبوب اعظم واکرم ﷺ کو بخشی گئی، اس کا اعلان متواتر ذرائع سے شب میلا د ہی سے شروع ہو گیا۔ چنانچہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی 'روایات میلا د شریف' میں سے ایک کے آخری حصے میں کسی منادی کے یہ الفاظ بھی ہیں

بخ بخ قبض محمد ﷺ علی الدنیا کلھا لم یبق خلق من اھلھا الا دخل فی قبضہ

ترجمہ: واہ واہ محمد ﷺ نے ساری دنیا پر قبضہ کر لیا اور اس کی کوئی مخلوق حضور ﷺ کے قبضے سے باہر نہ رہی۔

پھر دونوں بادشاہتوں (یعنی حضور پرنور ﷺ اور حضرت سلیمان علیہم السلام کی بادشاہت) میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ اگر انسان، جن، پرندے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکری ہیں تو حضور پرنور ﷺ کے لشکر میں ان کے علاوہ فرشتے بھی شامل ہیں بلکہ کائنات کی ہر چیز ہے۔

چنانچہ جنگ بدر وغیرہ میں باقاعدہ فرشتے فوج در فوج نازل ہوئے۔ پھر اس سلسلے میں حضرت جبریل روح الامین علیہ السلام کا یہ کہہ کر اجازت طلب کرنا کتنا معنی خیز ہے۔ چنانچہ حضرت عقبہ بن قیس بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام ہتھیاروں سے مرصع ایک سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر حاضر ہوئے اور عرض کی

ان الله بعثنی الیک و امر نی ان لا افارقک حتی ترضیٰ هل رضیت قال رضیت فانصرف

(جامع الصفات بحوالہ خصائص وابن سعد)

ترجمہ: یارسول اللہ مجھے اللہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ میں آپ سے اس وقت تک جدا نہ ہوں جب تک آپ مجھ سے راضی نہ ہو جائیں تو کیا سرکار مجھ سے راضی ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں راضی ہوں۔ جبریل واپس چلے گئے (علیہ السلام)

پھر ایک اور فرق سب سے زیادہ فیصلہ کن ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے یہ سارے لشکری ان کے امتی نہیں تھے بلکہ آپ کا دائرہ بعثت تو صرف انسانوں تک بلکہ ان میں سے ایک قوم تک محدود تھا' ادھر کائنات کی ہر چیز امت میں شامل ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں

ارسلت الی الخلق کافة

ترجمہ: میں تمام مخلوق کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہوں

گویا کائنات کی ہر چیز پر حضور پرنور ﷺ کی اطاعت اس لئے بھی فرض ہے کہ یہ اس کے امتی ہونے کا تقاضا ہے۔ صرف بادشاہ کی اطاعت میں یہ بات کہاں؟ رسول ﷺ کے فیصلے پر دل کے کسی دور دراز گوشے میں تنگی محسوس کرنا بھی ایمان کے خلاف ہے مگر اطاعت بادشاہ کا یہ حال نہیں۔

چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصال کا وقت آیا اور معمار جن بیت المقدس کی تعمیر میں مصروف تھے، حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام وصال شریف کے بعد بھی عصا کی ٹیک لئے کئی ماہ کھڑے رہے، جنوں کو حقیقت کا علم نہ ہو سکا۔ عصا شریف کو دیمک نے کھا کھا کر جب توڑ دیا تو سیدنا سلیمان علیہ السلام کا جسم اقدس زمین پر آ رہا۔ چنانچہ سب کے سب جن کام چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ (امتی ہوتے تو ایسے بے وفا نہ ہوتے)

حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا پر سوار ہوتے تھے پھر صبح اور شام کو ایک ایک مہینے کی راہ طے کی جاتی تھی، مگر یہاں سواری کو براق حاضر ہوتا ہے اور براق کی رفتار کیسی

تھا براق نبی ﷺ یا کہ نور نظر — یہ گیا' وہ گیا اور نہاں ہو گیا

پھر باکمال امتی اور باشعور جانور: جہاں تک حضور پرنور ﷺ کے باکمال امتیوں کا تعلق ہے' ان کی گنتی ہی نہیں ہو سکتی۔ اور جس طرح حضرت آصف برخیا کی کرامت حضرت سلیمان علیہ السلام کی دلیل بن گئی یونہی امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں ہر دور میں اہل کمال پیدا ہوتے رہے اور علم قرآن کے فیض سے اپنے محبوب نبی اعظم ﷺ کی صداقتوں کے پرچم بلند کرتے رہے۔ یہ سلسلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شروع ہوا اور آج تک جاری ہے۔ یوں تو حضرت سلیمان علیہ السلام بھی حضور پرنور ﷺ کے امتی تھے جیسے دوسرے سب انبیاء و مرسلین علیہم السلام بھی آپ ﷺ کے دائرۂ بعثت میں داخل ہیں اور ان سب کے کمالات کا وسیلۂ عظمیٰ حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ لہذا ان سب کے اپنے اپنے کمالات بھی دراصل ان کے اپنے نہیں بلکہ حضور پرنور ﷺ کے فیض و توسل سے ہیں' پھر خصوصیت سے آپ کا یہ ارشاد گرامی تو بالکل واضح ہے

انما انا قاسم و الله یعطی (بخاری)

ترجمہ: بیشک میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے

چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے فضائل وکمالات بھی اسی تقسیم نبوی ہی کا ظہور ہیں۔

حضور پرنور ﷺ نے تو اپنی امت کو اپنا وارث بنا کر گویا خلافت الہیہ کا تاج اس کے سر پر رکھ دیا اور یوں اسے زمین پر ہی نہیں مہر و ماہ پر حکومت کرنے کی اہلیت سے نواز دیا۔ قطب، غوث، ابدال، اوتاد ایسے حضرات دراصل اپنی اپنی شان کے لائق حکمران ہی ہوتے ہیں۔ اسلام کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے پتھر کے بتوں، اونچے اونچے پہاڑوں، ذخار سمندروں اور چمکتے ہوئے چاند ستاروں کی بندگی کرنے والے ذلیل انسان کو جلیل الشان بنا کر ان سب چیزوں کا حاکم ومطاع بنا دیا۔ یہ فلسفہ معاذ اللہ میرے ذہن کی پیداوار نہیں بلکہ عظمت انسانی کا وہ تصور وعقیدہ ہے جو قرآن پاک اور حدیث پاک سے بالکل واضح ہے۔ اس مضمون میں بھی اس کے دلائل آچکے ہیں لہذا بار باران کا تکرار مناسب نہیں۔

یہاں بہتر ہے کہ ایک ایک مثال اسلام کے دوراول اور دوراوسط سے اور چند مثالیں دور حاضر سے دی جائیں۔ دور حاضر سے زیادہ مثالیں دینے کی وجہ یہ ہے کہ ناظرین اچھی طرح سمجھ لیں، قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کا فیض جاری وساری ہے ان کی صداقت کے جو دلائل اللہ کے پاک بندوں کے ذریعے دوراول سے شروع ہوئے، وہ ختم نہیں ہوئے اور اب بھی پوری آب وتاب کے ساتھ زندہ وپائندہ ہیں۔

لیجئے دوراول کے ان گنت واقعات میں سے صرف دو حاضر خدمت ہیں۔

۱...... **حضرت عقبہ بن نافع فہری رضی اللہ عنہ کی تقریر:** حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو افریقہ کا گورنر مقرر کیا تو آپ نے مسلمانوں کے جان و مال کے تحفظ کیلئے ایک چھاؤنی کا قیام ضروری سمجھا مگر اس کیلئے جس جگہ کو منتخب کیا گیا وہ ایک ایسا گنجان جنگل تھا کہ سانپوں کو بھی اس میں سے گزرنا دشوار تھا۔ اس کے علاوہ اس میں ہر قسم کے موذی اور زہریلے جانور تھے۔ لشکر میں اٹھارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضرت عقبہ تمام فوجیوں کو جنگل کے قریب جمع کر کے بلند آواز سے بولے

ایتھا الحشرات و السباع نحن اصحاب رسول اللہ ﷺ فارحلو ا فانا نازلون بھافمن وجد نابعد قتلناہ

(تاریخ کامل)

ترجمہ: اے جنگل کے موذی جانورو، ہم اصحاب رسول اللہ ہیں، تم یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ ہم یہاں آباد ہورہے ہیں اب بھی کوئی رہ گیا تو ہم اسے قتل کر دیں گے۔

اس اعلان کا یہ اثر ہوا کہ شیر چیتے، بگھیرے، سانپ اژدہے غرض تمام موذی جانور بھاگنے لگے۔ جنگل خالی ہوگیا تو مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور ہزاروں کفار حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

۲...... **ابونعیم نے عمیر ساعدی سے روایت کیا ہے:** وہ فرماتے ہیں، جب لوگ دجلہ میں اترے تو ایک دوسرے کے ساتھ ہو گئے۔ حضرت سلمان پانی میں حضرت سعد کے ساتھ (رضی اللہ عنہم) چل رہے تھے۔ حضرت سعد نے فرمایا ذلک تقدیر العزیز العظیم (یہ عظمت وعلم والے خدا کی تقدیر ہے) پانی انھیں اٹھائے ہوئے تھا، گھوڑے چل رہے تھے جب بھی تھکتے تو ایک ٹیلا سامنے آجاتا جس پر وہ آرام کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ زمین پر چل رہے ہیں۔ مدائن میں اس سے زیادہ عجیب بات کوئی نہ تھی چونکہ ٹیلے کو جرثومہ کہتے ہیں تو اس دن کا نام یوم الجراثیم رکھ دیا گیا (کیونکہ جب بھی کوئی تھکن محسوس کرتا تو راحت کیلئے ٹیلا سامنے آجاتا۔ ابونعیم نے قیس بن ابو حازم سے روایت کی ہے کہ ہم جب دجلے میں اترے تو وہ مچل رہا تھا۔ جب پانی کا زیادہ حصہ عبور کر چکے تو پانی شہسوار کے تسموں تک نہیں پہنچ رہا تھا۔

ابونعیم نے حبیب بن صہبان سے روایت کیا ہے کہ جب مدائن فتح کرتے ہوئے مسلمانوں نے دریائے دجلہ عبور کیا تو ایرانی کہنے لگے "یہ جن ہیں، انسان نہیں (بحوالہ حجۃ اللہ علی العلمین) جامع کرامات اولیاء (اردو) اول

اس قسم کے ان گنت واقعات ہیں جن کا تعلق تاریخ اسلام کے ابتدائی دور سے ہے اور جن سے یہ حقیقت واشگاف ہو جاتی ہے کہ واقعی کائنات کی ہر چیز حضور پرنور ﷺ کے سچے نائبوں اور وارثوں کے زیرنگیں تھی، ان کی قوت کا کوئی اندازہ ہوسکتا تھا نہ ان کی حکومت کا، جب غلاموں

کی سطوت وشوکت کا یہ عالم ہو تو ان کے آقا و مولا علیہ التحتیہ والثنا، کی قوت وقدرت کو کون سمجھ سکتا ہے، سچ فرمایا اعلیحضرت قدس سرہ بریلوی نے

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدے کریں
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

''قدرت کا معنی طاقت ہی ہے کچھ اور نہیں''

اب آیئے تاریخ اسلام کے دور وسط کے ہزاروں لاکھوں تصرفات میں سے صرف ایک دو واقعات سنئے۔

ا۔حضرت علامہ نبہانی قدس سرہ نے جامع کرامات اولیا حصہ اول میں حضرت محمد شربینی قدس سرہ کے ذکر خیر میں فرمایا

''امام شعرانی فرماتے ہیں کہ سلطان مراکش کی لڑکی سے آپ کی اولاد مغرب میں رہتی ہے۔آپ کی کچھ اولاد عجم میں تھی۔کچھ علاقہ نہد میں اور کچھ ملک تکرور میں تھی۔ایک ہی وقت میں ان سب علاقوں میں اپنی اولاد کے پاس جاتے' ان کی ضرورتیں پوری فرماتے اور سب علاقوں کے لوگ خیال کرتے کہ آپ ان کے پاس مقیم ہیں ان صورتوں میں تبدیلی اور ان شکلوں میں تصرف کی وجہ سے بعض دفعہ فقہا حضرات اعتراض کرتے کہ آپ نے جمعہ نہیں پڑھا ہے لیکن فقہا ہی دیکھتے کہ وہ جمعہ مکہ شریف میں پڑھ رہے ہیں۔

آپ کے صاحبزادے حضرت احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت اپنی لاٹھی کو حکم دیا کرتے تھے کہ ایک بہادر انسان کی شکل دھارلے وہ اسی وقت انسانی شکل میں آجاتی۔آپ اسے حاجتیں پورا کرنے کیلئے (یعنی مختلف کام کرنے کے لئے) بھی دیتے۔اس کے بعد وہ پھر لاٹھی بن جاتی''۔(ترجمہ اردو از سید محمد ذاکر شاہ صاحب چشتی)

نوٹ: جہاں تک ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر حاضر وموجود ہونے کا تعلق ہے، یہ اولیاء کرام علیہم الرحمتہ میں اس تواتر سے وارد ہے کہ ماننے سے انکار کرنا خلاف عقل اور محض ضد بازی ہے۔اللہ والوں کے ہاں اس خداداد کمال کا جا بجا ظہور ہوا ہے۔رہ گئی لاٹھی کا انسان بننا تو اس میں بھی استحالہ نہیں ہونا چاہئے۔اگر اللہ کے ایک محبوب عظیم حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا عصا سچ مچ کا اژدہا بن جاتا تھا' اور یقیناً یہ قدرت خداوندی کا ظہور تھا تو یونہی اس کے محبوب اعظم حضور ﷺ کے ایک سچے نائب ووارث کے عصا کا انسان کی شکل اختیار کر لینا کیوں ناممکن ہو گیا۔ جس طرح عصا کے اژدہا بناتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خالق نہیں کہا جا سکتا یونہی لاٹھی کو انسان بناتے وقت حضرت محمد شربینی قدس سرہ بھی خالق نہیں ہوئے۔خالق تو وہ ہے جس نے عصا' اژدھا' انسان ہی کو نہیں موسیٰ علیہ السلام اور محمد شربینی علیہ الرحمہ کو پیدا فرمایا۔بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خطبہ رسالت جو قرآن پاک میں مذکور ہے۔اس میں صراحت کے ساتھ

انی اخلق لکم من الطین کھیٔۃ الطیر فانفخ فیہ فیکو ن طیر ا باذن اللہ ٥ (آل عمران۔۴۹)

ترجمہ: کہ میں تمہارے لئے مٹی کے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے۔

اس کے باوجود عیسیٰ علیہ السلام خالق نہیں ہو گئے بلکہ یہاں احتیاطاً ترجمہ ہی وہی کیا جائے گا جو اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے کیا ہے۔

اب دوسرا واقعہ (بلکہ ارشاد) سن لیجئے، یہ ہے حضرت محمد بن عمر رضی اللہ عنہ کا ہے، جو اپنے دور میں شام کے شیخ المشائخ تھے۔آپ فرماتے ہیں

عزت معبود کی قسم! مجھے وہ حال عطا ہوا ہے کہ اگر بغداد کو کہوں کہ مراکش کی جگہ چلا جا یا مراکش کو کہوں بغداد بن جا تو ایسا ہی ہو۔آپ نے ایک جماعت کی موجودگی میں ارشاد فرمایا' میں اسی طرح عرش کا پایہ دیکھ رہا ہوں جس طرح تمہارے چہرے ملاحظہ کر رہا ہوں۔ (جامع کرامت اولیا حصہ اول)

غور فرمایئے مراکش کی جگہ بغداد کا منتقل ہو جانا یا اس کا بغداد بن جانا حضرت آصف برخیا رضی اللہ عنہ کے تخت لانے سے کم حیرت انگیز نہیں ہے۔اگرچہ اس کا ظہور نہیں ہوا کہ ضرورت ہی نہیں پڑی، تاہم جہاں تک خداداد قدرت وتصرف کا تعلق ہے، یہ بالیقین اسے حاصل تھا۔اور بالیقین اس لئے کہہ رہا ہوں کہ الصادق اور الامین ﷺ کے سچے وارث بھی اپنے اپنے دور میں صدق وامانت کے مجسمے تھے اور ان کی زبان پر بھی حق ہی جاری ہوتا

تھا۔ یقیناً جس طرح حضرت آصف برخیا کی قوت وکرامات حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کیلئے جائے شکر تھی، یونہی حضور پرنور ﷺ کے کسی امتی کا کمال بھی حضور ﷺ کے فرحت وسرور اور شکر خداوندی کا موقعہ ہے۔ کیوں نہ ہو، اگر حضرت آصف کا تخت لانا حضرت سلیمان علیہ السلام کی صداقت ونبوت کی دلیل تھی تو نبی آخرالزمان ﷺ کے کسی امتی کا کسی بھی اور بالخصوص مابعد کے کسی دور میں محیرالعقول کارنامہ قوت وتصرف سرانجام دینا بھی کروڑوں اربوں دلائل نبوت میں سے ایک دلیل ہے۔

حیرت ہے دور حاضر کے بعض جدید الفکر لیڈروں کو حضرت آصف برخیا کے واقعے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی غیر معمولی قوتوں کا کرشمہ نظر آ گیا مگر چودہ صد سالہ اپنی تاریخ میں انھیں ایسا واقعہ نہیں مل سکا۔ بلکہ اگر کوئی بھی اس واقعے کا اظہار کرے تو انھیں شرک کے سوا کچھ نہیں سوجھتا۔ یقیناً ایمان علم وعقل سے نہیں ملتا، بلکہ اللہ کی رحمت سے ملتا ہے اور اللہ کی رحمت تو اللہ والوں کے قریب ہوتی ہے جہاں ان کے جانے پر پابندی ہے۔ پڑھیئے قرآن پاک کا فیصلہ

ا ن رحمت الله قريب من المحسنين ٥ (الاعراف:٥٦)

ترجمہ: بے شک اللہ کی رحمت نیکوں کے قریب ہے

بے مثال جانور:حضور پرنور ﷺ کی سیرت مقدسہ میں جہاں شجر وحجر تعظیم وتسلیم کرتے نظر آتے ہیں، وہیں ہزاروں چوپائے، درندے، چرندو پرند بھی اسی نشہ محبت وعقیدت سے سرشار دکھائی دیتے ہیں۔ ابھی بعثت نہیں ہوئی اور جنگل کے جانور دیکھتے ہی سربسجود ہو جاتے ہیں، بعثت ہوتی ہے تو ان واقعات ادب واحترام میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے، مکڑی دشمنوں کی توجہ ہٹانے کیلئے غار کے منہ پر جالا بن رہی ہے تو کبوتری انڈے دے رہی ہے۔ بھیڑیئے ریوڑ کی حفاظت اپنے ذمے لے کر چرواہے کو ایمان لانے کے لئے خدمت اقدس میں بھیج رہے ہیں، باغ میں تشریف لے جاتے ہیں تو پاگل اونٹ تک سراپا ادب ہو جاتے ہیں اور فریاد کا وقت آتا ہے تو مظلوم اونٹ سے لے کر چڑیوں اور ہرنیوں تک فریاد بلب ہو جاتے ہیں۔ شیر جنگل کا بادشاہ سہی مگر کوئی اس کے سامنے محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا کا نام نامی لے دیتا ہے تو غلام بن جاتا ہے۔ کس کس کا ذکر کیا جائے اور کس کس کی محبت وعقیدت کا نقشہ کھینچا جائے تاہم صرف دو جانوروں کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

ایک حضور پرنور ﷺ کی وہ مقدس اونٹنی ہے جس پر ہجرت کے دوران سوار ہیں اور جب مدینہ منورہ کے مختلف گلی محلوں میں سے گزرتے ہیں تو بڑے بڑے امراؤ رؤسا کی عاجزانہ وعاشقانہ دعوت کا ایک ہی جواب ارشاد ہوتا ہے۔

خلو اسبيلها فانها ما مو رة

(یعنی اس کا راستہ چھوڑ دو، یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے)

چنانچہ بڑے بڑے امیروں کی امیرانہ رہائش گاہوں کو چھوڑ کر یہ اونٹنی حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے سادہ سے فقیرانہ مکان کے باہر بیٹھ گئی۔

خیال فرمائیے جس ذات ستودہ صفات علیہ الصلوات واکمل التحیات کے سواری کے جانوروں کو بھی الہام ربانی ہوتا ہے، اس سے بڑا اللہ ذوالجلال کا راز دار کون ہوگا اور پھر اس جانور کی عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے جسے شہسوار لامکاں ﷺ کی سواری بن کر کشف والہام کی دولت لازوال سے نوازا گیا۔

اب سنئے دوسرے مقدس جانور کا ذکر۔ اسے اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنے رسالہ ختم نبوت ابن حبان اور ابن عساکر وغیرہما سے نقل کیا ہے (یہاں مزید اختصار سے درج کیا جاتا ہے)

جب خیبر فتح ہوا رسول اللہ ﷺ نے ایک دراز گوش سیاہ رنگ دیکھا تو پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ بولا 'یزید بن شہاب' اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی پشت سے ساٹھ دراز گوش پیدا کئے کلهم لا ير كبه الا نبى (ان سب پر انبیاء علیہم السلام سوار ہوئے)

وقد كنت اتوقعك ان تر كبنى لم يبق من نسل جد ى غير ى و لا من الا نبيا ء غير ك

ترجمہ: مجھے (یقینی) توقع تھی کہ حضور مجھے اپنی سواری سے مشرف فرمائیں گے کہ اب اس نسل میں سے میرے سوا اور انبیاء علیہم

السلام میں حضور ﷺ کے سوا کوئی باقی نہیں۔

میں پہلے ایک یہودی کے پاس تھا، اسے قصداً گرا دیا کرتا، وہ مجھے بھوکا رکھتا اور مارتا۔ حضور اقدس ﷺ نے اس کا نام یعفور رکھا، جسے بلانا چاہتے، اسے بھیج دیتے۔ چوکھٹ پر سر مارتا، جب صاحب خانہ باہر آتا، اسے اشارے سے بتاتا کہ حضور اقدس ﷺ یاد فرماتے ہیں۔ جب حضور پرنور ﷺ نے وصال فرمایا، وہ جدائی کی تاب نہ لاتے ہوئے ابوالہیثم بن الیتہان رضی اللہ عنہ کے کنوئیں میں گر کر مر گیا۔

دیکھئے، کتنا غیرتمند عاشق مزاج خادم تھا کہ حضور پرنور ﷺ کی ختم نبوت کی گواہی دے کر خود کو سواری کے لئے پیش کر رہا ہے اور اس شرف کو حاصل کرنے کے شوق میں یہودی کو سواری نہیں کرنے دیتا مگر بھوک پیاس برداشت کر لیتا ہے۔

انصاف سے فیصلہ کیجئے ہدہد کے مقابلے میں ان جانوروں کا شعور کتنا نمایاں ہے۔

جنوں پر حکومت: باقی ساری مخلوق کی طرح جن بھی حضور پرنور ﷺ کی امت دعوت میں ہیں اور زیر نگیں بھی۔ یہاں زیادہ کی گنجائش نہیں تاہم اتنا جان لیں کہ ان میں بہت سے حضور پرنور ﷺ پر باقاعدہ ایمان لائے (جیسا کہ قرآن کریم کی سورۃ الجن گواہ ہے) اور اسی طرح انھوں نے اسلام اور قرآن سیکھا جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیکھتے تھے حضور ﷺ نے ان کی خوراک مقرر کرتے ہوئے فرمایا

'جاؤ جس ہڈی کو تم پاؤ گے' اس پر تمہارے لئے تازہ گوشت پیدا ہو جائے گا اور گوبر تمہارے لئے کھجوریں بن جائے گا (خصائص ج ۲)

یونہی مسلمان اور کافر جنوں میں جھگڑا ہوا تو دونوں فریقوں نے حضور پرنور ﷺ سے رہنے کی جگہ کا فیصلہ کرانے کیلئے رجوع کیا تو فرمایا

میں نے مسلمان جن کی سکونت کیلئے جلس (یعنی پہاڑ اور گاؤں) اور کافر جنوں کے لئے غور (یعنی وہ جگہ جو پہاڑوں اور سمندروں کے درمیان ہے) مقرر فرمادی (خصائص ج ۲)

رضا جوئی: حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا میں آپ نے یہ الفاظ بھی دیکھ لئے

وان اعمل صالحاً ترضه (النمل۔۱۹)

ترجمہ: اور یہ کہ میں وہ بھلا کام کروں جو تجھے پسند آئے

واقعی ہر نبی و رسول علیہ السلام اور ہر عارف و عالم کو اسی لئے نیک کام کرنے چاہیں کہ اللہ راضی ہو جائے

مگر اس ذات ستودہ صفات افضل علیہ الصلوٰت واکمل التحیات کی شان اقدس کے کیا کہنے جس کی رضا خود خالق اکبر جل مجدہ چاہتا ہے۔ چنانچہ دیکھئے قرآنی تصریحات

قد نری تقلب وجهک فی السماء فلنو لینک قبلة ترضها (البقرہ۔۱۴۳)

ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری رضا ہے۔

یعنی اس رضائے حبیب ﷺ نے ساری دنیا کا رخ بدل کے رکھ دیا۔ یہ تو دنیا میں ہوا، آخرت میں بھی رضائے حبیب ﷺ ہی فیصلہ کن ہوگی

وللاخرة خیر لک من الاولیٰ ○ (الضحیٰ۔۵)

ترجمہ: اور بیشک تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

جذبہ شکر: حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے علم خداداد کے حصول کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا۔ قرآن پاک میں ہے

وقالا الحمد لله الذی فضلنا علی کثیر من عباده المومنین○ (النمل۔۱۵)

ترجمہ: اور دونوں نے کہا سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اپنے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی یقیناً شکر گزاری بہت بڑی سعادت ہے، اس سے نعمت بڑھ جاتی ہے۔

پھر بہت سے مومنوں پر فضیلت حاصل کرنا بھی ایک اور شرف ہے مگر اس شبستان نبوت ﷺ کے کیا کہنے جسے بہت سے مومنوں پر ہی نہیں، بلکہ بہت سے نبیوں اور رسولوں پر بھی نہیں سب نبیوں اور رسولوں پر فضیلت بخشی گئی۔ حضور پرنور ﷺ خود فرماتے ہیں

انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر، وانا اول شافع و اول مشفع و لا فخر (سنن دارمی، بخاری، طبرانی اوسط، سنن بیہقی، ابونعیم)

ترجمہ: میں تمام پیغمبروں کا پیشوا ہوں اور کچھ براہ فخر نہیں اور میں تمام پیغمبروں کا خاتم ہوں اور بطور فخر نہیں کہتا اور سب سے پہلا شفاعت کرنے والا اور سب سے پہلا شفاعت قبول کیا گیا ہوں اور یہ بات بھی بطور فخر نہیں کہہ رہا ﷺ۔

یقیناً دنیا جہان کی حکمرانی بھی بہت بڑا اعزاز ہے، خصوصاً جب اس پر بندہ اپنے اللہ کا شکر گزار بنا رہے جیسا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے عمل کر کے دکھایا سرکشی کی صورت میں آدمی نمرود اور فرعون بن جاتا ہے ورنہ شکر گزار ہو تو دو جہانوں کی سعادتیں سمیٹ لیتا ہے۔ پھر بھی ایک بات ضرور ذہن نشین رہنی چاہئے کہ یہ ساری دولت قرآن پاک کی رو سے 'متاع قلیل' ہے۔ مگر اپنے حبیب پاک سرور لولاک ﷺ کو اس نے متاع قلیل یعنی دنیا نہیں، اس سے برعکس کثیر (یعنی زیادہ) بھی نہیں، اکثر (بہت زیادہ) بھی نہیں، کثار (بہت ہی زیادہ) بھی نہیں بلکہ کثرت کا آخری صیغہ 'کوثر' عطا فرمایا

انا اعطینک الکوثر ٥ (الکوثر۔۱)

ترجمہ: (اے محبوب) بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں

اس پر شکر بھی ضروری تھا۔ رب تعالیٰ نے خود اس کا طریقہ ارشاد فرمایا

فصل لربک وانحر ٥ (الکوثر۔۲)

تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو

گویا شکر ادا کرنے کا طریقہ ہے نماز پڑھنا اور قربانی دینا

چنانچہ حضور ﷺ نے اس سلسلے میں نماز کس حد تک پڑھ کر شکر ادا کیا رحمت عالم ﷺ رات کو نفل پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو اتنی دیر قیام فرمار ہتے کہ قدم مبارک سوج جاتے۔ عرض کی گئی 'یارسول اللہ! حضور ﷺ اتنی تکلیف کیوں برداشت کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مغفرت کی نوید سنادی۔ حضور ﷺ فرمایا کرتے افلا اکون عبدا شکورا (تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں)

رہ گئی قربانی کی بات تو صرف ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

(حجۃ الوداع کے موقع پر) خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد حضور ﷺ منیٰ کے اس مقام پر پہنچے جہاں جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ حضور قربانی کے لئے سو اونٹ اپنے ہمراہ لائے تھے۔ ان میں سے تریسٹھ اونٹ سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ذبح کئے۔ اس وقت حضور کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی۔ ہر سال کے بدلے ایک اونٹ ذبح کیا۔ بقیہ سینتیس اونٹ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں ذبح کئے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان اونٹوں کا گوشت، چمڑے اور سامان غربا و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے اور حکم دیا کہ قربانی کے جانور کے گوشت ذبح کرنے والے کو بطور اجرت کچھ نہ دیا جائے جب حضور ﷺ قربانی کے جانور ذبح کرنے لگے تو پانچ پانچ اونٹوں کو اکٹھا پیش کیا جاتا اور ہر اونٹ دوڑ کر حضور ﷺ کے پاس آتا اور اپنی گردن رکھ دیتا تا کہ اللہ کا محبوب اپنے دست مبارک سے اسے راہ خدا میں ذبح کرے۔

فطفقن یز دلفن الیه بایتهن نبداء (ضیاء النبی، ج۴)

واقعی خدا کا محبوب اعظم خدائی کا بھی محبوب اعظم ہے ﷺ

☆......☆......☆

رضی اللہ عنہم

مقام صحابہ

تقریر: غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی علیہ الرحمہ

ترتیب و تلخیص: جناب محمد اسلم الوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی علیہ الرحمہ نے یہ خطاب جامعہ عنایتیہ خانیوال میں سالانہ عرس شہنشاہ لا ثانی قدس سرہ منعقدہ ۱۶ نومبر ۱۹۷۴ء کے موقع پر فرمایا تھا۔ جس کی صدارت قطب عصر سیدی وسندی حضور نقش لا ثانی علیہ الرحمہ فرما رہے تھے۔ جامعہ کے مولانا ایوب الرحمٰن خلیفہ مجاز مولانا حامد علی خاں علیہ الرحمہ نے یہ عنوان تجویز فرمایا تھا۔ علامہ کاظمی علیہ الرحمہ نے صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے بارے عقائد اہلسنت کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ ادارہ جناب محمد اسلم صاحب الوری دام اقبالہ کا ممنون ہے۔ جنہوں نے ٹیپ شدہ تقریر کا جامع خلاصہ تحریر کر کے یار غار نبوت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دن کی مناسبت سے ’انوار لا ثانی‘ بابت جمادی الاخری کے لئے عنایت فرمایا ہے امید ہے آئندہ بھی ان کا قیمتی تعاون نوازتا رہے گا۔ حضرت علامہ کاظمی علیہ الرحمہ نے عربی خطبے کے بعد فرمایا

میرے لئے بڑی مسرت اور سعادت کا موقع ہے کہ مجھے ایک عظیم روحانی بزرگ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب جو ثانی ہو کر بھی لا ثانی تھے۔ کے عرس مبارک کی تقریب سعید میں ان کے جسمانی وروحانی وارث حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کی موجودگی میں کچھ کہنے اور سننے کا موقعہ مل رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے روحانی لمحات زندگی میں کبھی کبھی میسر آتے ہیں۔

عظمتوں کی اساس: میرے محترم حضرت مولانا ایوب الرحمٰن صاحب نے فرمایا ہے کہ حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان اور فضیلت کے متعلق کچھ بیان کروں۔ اس ضمن میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صحابہ کرام کے فضائل کی تفصیل تو قیامت تک بھی ختم نہ ہو گی۔ البتہ اجمال کے طور پر یہ عرض کر دوں کہ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اصحاب رسول ہیں یعنی اللہ کے رسول کے ساتھی ہیں اور کسی کی فضیلت اور عظمت کو سمجھنے کے لئے اس کی نسبت اور اضافت کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ جس طرح ’رسول اللہ‘ میں رسول کی اضافت اللہ کی طرف ضمانت ہے عظمت رسول کی‘ اسی طرح صحابہ کرام کی اضافت اللہ کے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی طرف سند اور ضمانت ہے اور فضیلت صحابہ کرام کی،

مقام صحابیت: فضیلت صحابہ کرام سے متعلق صرف ایک بات عرض کر دوں کہ تمام جہانوں کے اغواث، ابدال، اقطاب، صلحا، نقباء، عرفا اور تمام عابدین، عارفین، متقین، مومنین، صالحین اور اولیاء کاملین جمع ہو جائیں اور ان میں سے کسی نے سرکار کا جمال پاک اپنی ظاہری آنکھوں سے اپنی حیات ظاہری میں نہ دیکھا مگر سینکڑوں برس نے انہوں سے تقویٰ اختیار کیا ہو۔ سینکڑوں برس انہوں نے شب بیداری سے کام لیا ہو‘ راتوں کو جاگ کر انہوں نے اللہ کی عبادت کی ہو اور ان میں روزے رکھے ہوں، حج کئے ہوں زکوٰۃ دی ہو اور کوئی نیکی بھی نہ چھوڑی ہو مگر خدا کی قسم اس کے باوجود یہ سب مل کر بھی ایک صحابی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے لئے سجدے کرنے کا وہ ثواب نہیں رکھا جو ایمان اور محبت کے ساتھ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیکھنے کا ثواب رکھا ہے۔

غزوۂ احد میں عشق رسول ﷺ کا ایمان افروز منظر:

بخاری شریف میں حدیث ہے۔حضور تاجدار مدنی ﷺ غزوۂ احد میں جلوہ فرما تھے۔اور ایک مشرک جس کے چمڑے کے تھیلے میں کھجوریں بھری ہوئی تھیں کھاتا ہوا آ رہا تھا۔اللہ تعالیٰ کی حکمت شامل حال ہوئی اور اس کی نگاہ جمال نبوت پر پڑی؛ سرکار دوعالم ﷺ کی ذات مقدسہ تو منبع فیوض و برکات ہے۔چنانچہ اس کی نگاہ جمال مصطفےٰ ﷺ پر جب پڑی تو دل کی گہرائیوں میں اتر گئی اور وہ کہنے لگا۔

یارسول اللہ اقاتل او اسلم

(یعنی) سرکار! آپ مجھے بتایئے کہ آپ کے پہلے دشمنوں سے لڑوں؟ کہ پہلے آپ پر ایمان لاؤں اور کلمہ پڑھوں آپ نے ارشاد فرمایا، اسلم ثم قاتل (یعنی) تو پہلے ایمان لا اور پھر جہاد کر،

دوسری بات اس نے یہ پوچھی کہ ’اگر میں آپ کے دشمنوں سے لڑتے لڑتے قتل ہو جاؤں میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔تیرا ٹھکانہ جنت ہوگا۔یعنی تو سیدھا جنت میں جائے گا۔یہ سن کر کھجوریں اس نے پھینک دیں، فوراً کلمہ شہادت پڑھ کر ایمان لایا، تلوار سنبھالی اور کافروں سے لڑنا شروع کیا یہاں تک کہ اسی احد کے میدان میں کافروں سے لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔اللہ اکبر سرکار ﷺ کی نگاہ پاک اس شخص کی لاش پر جب پڑی تو حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

عمل قلیلا و اجر کثیر ا ‘

(یعنی) اس شخص نے عمل تو تھوڑے کئے لیکن ثواب بہت پا گیا۔

یہ تو بخاری شریف میں ہے اور یہی روایت طرق متعددہ سے دیگر محدثین نے روایت کی ہے۔سند ابو یعلیٰ، سنن ابو داؤد اور مصنف عبدالرزاق میں یہی روایت ان الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا،

’’اسے دیکھو! اسلام لایا‘ ایک سجدہ کرنا نصیب نہیں ہوا اور سیدھا جنت میں چلا گیا‘‘ اور بات بالکل سچی ہے۔ایک سجدہ کرنا نصیب نہیں ہوا۔نماز پڑھنے اور عبادت کرنے کا تو اسے موقع ہی نہیں ملا۔نہ حج کرنے کا موقع ملا نہ زکوٰۃ دینے کا۔لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایمان لانے کے بعد اس نے اپنی محبت بھری نگاہوں سے سرکار کو دیکھا یا نہیں دیکھا؟ ہاں دیکھا۔اللہ اکبر۔سارے غوثوں اور قطبوں کو جمع کر لو سب کا اتنا مرتبہ نہیں جتنا اس اکیلے شخص کا مرتبہ ہے۔میں کہتا ہوں کروڑوں اغواث واقطاب کی فضیلت اس کے آگے کوئی معنی نہیں رکھتی اس لئے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وبارک وسلم کا جمال پاک اس نے محبت و ایمان کے ساتھ اپنی حیات ظاہری میں اپنی نظروں سے دیکھا اور خدا نے سجدوں کا وہ ثواب نہیں رکھا جو ایمان و محبت کے ساتھ اپنے محبوب کو دیکھنے کا رکھا ہے۔تو ثابت ہوا کہ صحابہ کرام جیسی عبادت تو کوئی بجالا ہی نہیں سکتا۔کیونکہ ان کی عظمت وفضیلت کی ضمانت واضافت ونسبت ہے جو ذات رسول صلی اللہ تعالیٰ علی وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی طرف ہو رہی ہے۔

صحابہ کرام اور اہل بیت سے عداوت: یہاں اتنی بات اور عرض کر دوں کہ جن لوگوں کے دلوں میں صحابہ کرام سے کوئی بغض ہے تو وہ سمجھ لیں کہ یہ بغض صحابہ کرام سے نہیں بلکہ اس ذات پاک سے ہے جن کی طرف ان کی نسبت ہے اور جن کی صحبت ان کو حاصل ہے۔اور یہی بات میں اہل بیت اطہار کے بارے میں کہوں گا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وبارک وسلم کی آل پاک بھی مضاف ہے۔رسول پاک کی ذات کی طرف اور اس آل رسول کی عظمتوں کی ضمانت ہی اضافت و نسبت رسول ہے اور صحابہ کرام کی عظمت کی ضمانت ہی وہ نسبت رسول ہے۔ہم آل پاک کو اس لئے مانتے ہیں کہ وہ آل رسول ﷺ ہیں اور صحابہ کرام کو بھی اس لئے مانتے ہیں کہ وہ اصحاب رسول ہیں۔

مسئلہ باغ فدک۔۔۔ایک غلط فہمی کا ازالہ: عزیزان گرامی اگر آپ اجازت دیں تو ایک اور غلط فہمی کا ازالہ کر دوں بعض لوگوں نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پر طعن کیا اور بعض نے سیدنا فاروق اعظم کو نشانہ بنایا اور کہا کہ دیکھئے! ان حضرات نے اہل بیت کی حق تلفی کی اور باغ فدک حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا کو نہیں دیا۔حالانکہ انہوں نے اس کا مطالبہ کیا اور جو اہل بیت کو ان کا حق نہ دے بتایئے وہ کون ہے؟۔

میں ایسے حضرات سے پوچھتا ہوں کہ تم نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات مقدسہ کے بارے میں یہ تصور کیسے کر لیا کہ وہ حدیث رسول ﷺ سن کر حدیث سنانے والے پر ناراض ہو جائیں؟ کیونکہ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو یہ حدیث پاک سنائی

نحن معشر الا نبیاء لا نرث و لا نورث

ہم گروہ انبیاء (مال دنیا کے) نہ وارث بنتے ہیں اور نہ بناتے ہیں تو پھر حدیث سن کر کیا حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا نے حدیث کا انکار فرمایا اور یہ کہا کہ یہ میرے والد ماجد حضرت رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی نہیں ہے؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خود مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اقرار کیا کہ بے شک رسول مقبول ﷺ نے فرمایا' ہم گروہ انبیاء نہ وارث بنتے ہیں اور نہ بناتے ہیں۔

تو بتایئے یہ کہنا کس قدر غلط ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محض اس وجہ سے ناراض ہو گئیں اور وصال تک انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کلام ہی نہیں کیا کیونکہ انہوں نے باغ فدک نہ دے کر اور یہ حدیث سنا کر حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا کی حق تلفی کی تھی۔ نعوذ باللہ میرے عزیزو!

میں یہاں عرض کر دوں کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ قیامت تک آفتاب سے زیادہ چمکتے رہیں گے کہ

قرابہ رسول اللہ احب الی من قرابتی

اللہ کے رسول کی قرابت میرے نزدیک میری قرابت سے بہت زیادہ عزیز ہے اے صدیق اکبر! آپ پر کروڑوں رحمتیں ہوں۔ آپ نے تو ارشاد فرمایا کہ میری قرابتیں قربان ہو جاتیں اللہ کے رسول کی قرابت پر لیکن یہ کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا حضرت صدیق اکبر سے ناراض ہو گئیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ میں کہتا ہوں کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا اور حضرت صدیق اکبر کی تو آپس میں کوئی ناراضگی باقی نہ رہی۔ لیکن آج لوگ ان پر ناراض ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر کو یہ پتہ چلا کہ حضرت سیدہ فاطمہ کچھ کبیدہ خاطر ہیں۔ اس لئے نہیں کہ میں نے حدیث رسول ان کو سنائی ہے بلکہ اس لئے کہ میرا اجتہاد ان کے اجتہاد سے بہتر ہے۔ تو آپ نے مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ کو ساتھ لیا اور سیدہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے آپ نے حضرت علی کو قاصد بنا کر یہ پیغام دے کر بھیجا کہ آپ عرض کر دیں کہ "اللہ کے رسول ﷺ کی پاک طیبہ وطاہرہ بیٹی کے مقدس دروازے پر ان کا بوڑھا غلام حاضر ہے اور جب تک رسول اللہ ﷺ کی پیاری بیٹی راضی نہیں ہوں گی ابوبکر دروازے سے واپس نہیں جائے گا۔ اللہ اکبر حدیث پاک میں آتا ہے۔

حتی رضی فرضت

"حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہو گئے اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گئیں۔

وہ تو سب راضی ہو گئے لیکن یہ آج تک ان پر ناراض ہیں۔ اور سچ پوچھیئے تو وہ ناراض تھیں بھی نہیں۔ وہ تو صرف اجتہاد کے اختلاف کی بناء پر تبقاضائے بشریت کچھ کبیدہ خاطر تھیں کیونکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اجتہاد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے کچھ مختلف تھا۔ اور اس قسم کے اجتہادی اختلاف کی بناء پر انبیاء کرام میں بھی اس قسم کی کبیدہ خاطری وقتی طور پر پیدا ہو جاتی تھی اور اگر یہ وہاں کسی سزا کا مستوجب نہیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملے میں کیوں کر سزا اور طعن کا باعث ہو سکتی ہے؟

مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قوم کو حضرت ہارون علیہ السلام کے حوالے کر کے کوہ طور پر تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو دیکھا کہ قوم بچھڑے کی پوجا میں مبتلا تھی۔ انہوں نے یہ حال دیکھا تو جلال میں آ گئے ابھی حضرت ہارون علیہ السلام کچھ کہنے نہ پائے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی داڑھی پکڑ لی اور ان کے سر کے بال نوچ لئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے عرض کیا۔

"حضور! میری داڑھی نہ پکڑیئے میرے سر کے بال نہ نوچئے"

تب حضرت موسیٰ کا جلال رفع ہوا'۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ حضرت ہارون علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں یا نہیں؟ تو اس وقتی ناراضگی کی بناء پر کسی پر فتویٰ لگائیں گے آپ؟ حضرت ہارون پر یا حضرت موسیٰ پر (علیہما السلام) بات اتنی سی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے محض اجتہادی طور پر یہ سمجھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی غلطی ہے حالانکہ حضرت ہارون کی واقعی کوئی غلطی نہ تھی۔ چنانچہ جب معاملہ صاف ہوا تو دونوں میں کوئی ناراضگی نہ رہی۔

اہل سنت کا عقیدہ: میرے عزیزو! میں فقط اتنی سی بات عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ میں سنی آدمی ہوں اور میرا عقیدہ اہل سنت کا عقیدہ ہے آپ یہ سن لیں کہ بعض لوگ سنی ہو کر بھی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ میں سنی ہوں اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ سید عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وبارک وسلم کے بعد سرکار کی امت میں سب سے افضل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد عثمان غنی ہیں اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اسی ترتیب خلافت کے مطابق ترتیب فضیلت کا قائل ہوں رہا احب ہونا تو باوجود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے یہ ہوسکتا ہے کہ احبیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہو۔ کیونکہ احب ہونا اور بات ہے اور افضل ہونا اور بات ہے۔

مسئلہ آپ کے ذہنوں کے قریب لانے کے لئے مثال دیتا ہوں۔

ایک بوڑھا باپ تھا۔ اور اس کا ایک نوجوان بیٹا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ بیٹا معمار کا کام کرتا تھا۔ گرمی کے دن تھے۔ باپ نے انتظار کیا کہ بیٹا آئے تو اس کے ساتھ کھانا کھائے لیکن بیٹے کو ذرا دیر ہوگئی باپ نے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سخت دھوپ میں دیوار بنانے کا کام کر رہا ہے۔ باپ نے کہا بیٹے اتر آؤ! کیونکہ تمہارا وقت تو پورا ہو چکا ہے۔ مگر بیٹے نے کہا ابا جان ذرا سا ٹھہر جائیے تھوڑا سا کام باقی ہے میں ابھی آجاتا ہوں۔ بوڑھے باپ سے برداشت نہ ہوا کہ اس کا بیٹا سخت دھوپ میں کام کرتا رہے۔ وہ گھر گیا اور اپنے بیٹے کے چھوٹے بیٹے کو لے کر دھوپ میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس نے دیکھا کہ میرا چھوٹا بیٹا بھی ان کی گود میں دھوپ میں جل رہا ہے تو اوپر سے کہنے لگا۔ ابا جی اسے تو گھر پہنچا دو!

بوڑھے باپ نے کہا بیٹے اگر تجھ سے اپنے بچے کی تکلیف برداشت نہیں ہوتی تو مجھ سے تیری تکلیف برداشت نہیں ہوتی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ فوراً نیچے اتر آیا اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ نوجوان بیٹے کے نزدیک باپ افضل تھا یا بیٹا؟ یقیناً باپ افضل تھا، لیکن ایمان سے کہنا احب کون تھا؟ بیٹا احب تھا۔ معلوم ہوا افضل ہونا اور بات ہے اور احب ہونا اور بات۔

بارگاہ خداوندی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقبولیت

بارگاہ خداوندی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقبولیت: اس موقع پر مجھے ایک حدیث یاد آتی ہے کہ حضور پر نور تاجدار مدنی صلی اللہ علیہ آلہ و بارک وسلم کی خدمت اقدس میں پرندے کا گوشت پیش کیا گیا۔ سرکار نے دعا فرمائی

اللھم ، ائتنی با حب خلقک الیک

''یا اللہ تیری مخلوق میں جو تجھے سب سے زیادہ پیارا ہے تو اسے بھیج دے (یعنی جو سب سے زیادہ محبوب ہے اسے بھیج دے)

حضور سید عالم کے کلمات طیبات ابھی ختم ہوئے تھے کہ دیکھا حضرت علی مرتضیٰ چلے آرہے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ احب ہونا اور بات ہے اور افضل ہونا اور بات، اگر کسی کو کسی نسبت کی بناء پر کسی اضافت کی بناء پر، کسی وجہ یا کسی سبب سے مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ زیادہ محبت ہے تو محبت کی یہ زیادتی کوئی جرم نہیں ہے ہاں بغض کا ادنیٰ شائبہ بھی جرم ہے۔ مجھے حضرت امام شافعی کی بات یاد آتی ہے فرماتے ہیں۔

محبت اہل بیت اور امام شافعی: ''اگر آل محمد کی محبت کا نام رفض ہے تو سب گواہ ہو جائیں کہ میں رافضی ہوں کیونکہ میں تو آل محمد سے محبت رکھتا ہوں''۔

صحابہ کرام اور اہل بیت کی محبت جنت کی دلیل۔ بغض دوزخ کا راستہ

صحابہ کرام اور اہل بیت کی محبت جنت کی دلیل۔ بغض دوزخ کا راستہ: ثابت ہوا کہ اہل بیت سے محبت رکھنا یہ رفض نہیں ہے بلکہ سرکار کے صحابہ سے ادنیٰ سا بغض رکھنا یہ رفض ہے میں تو کہتا ہوں کہ حب کمال ہے اور بغض عیب ہے۔ محبت جنت کی دلیل ہے اور بغض دوزخ کا راستہ ہے محبت کسی کی جتنی بھی ہو محبوب ہے پسندیدہ ہے اس میں عظمت ہے، برکت ہے۔ سعادت ہے۔ محبت کتنی بھی ہو نعمت ہے اور بغض ذرا سا بھی ہو تو وہ لعنت ہے۔

بس اتنی سی بات سمجھ لیں کہ اہل بیت اطہار کے بارے میں بھی یہی بات ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں بھی یہی بات ہے۔ نہ اہل بیت کا بغض مومن کے اندر پیدا ہوسکتا ہے اور نہ ہی صحابہ کرام کا بغض مومن کے اندر آسکتا ہے چنانچہ اہل بیت کی محبت جتنی بھی ہو عین ایمان ہے اور صحابہ کرام کی محبت جتنی بھی ہو عین ایمان ہے۔ خداوند کریم سے دعا کریں کہ وہ ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل بیت اطہار کے بغض سے بچائے۔ آمین

☆......☆......☆

عشق حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسین پیکر

تحریر
پروفیسر محمد حسین آسی

امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایمان محبت حبیب خدا علیہ التحیۃ والثنا کا نام ہے اور مومن وہ ہے جسے کائنات کے طول وعرض میں کسی سے اتنا پیار نہ ہو جتنا محبوب کبریا حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التسلیمات سے۔ اور تو ایک طرف اگر کسی کو اپنی ہی جان سے زیادہ انس ہو، تو بھی لذت ایمان سے محروم رہے گا اسی حقیقت کے پیش نظر مجدد ملت اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنے جذبہ عشق کی ترجمانی کرتے ہوئے حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا ہے۔

کروں تیرے نام پہ جان فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

جب ایک مومن کامل کا جذبہ عشق وایمان یہ ہے تو فرمایئے ولی، غوث، سلطان العارفین مجدد اعظم فرد اور فرد الافراد کے منصب پر فائز ہونے کے لئے کس درجہ عشق کی ضرورت ہوگی۔ پھر ایک تابعی اور پھر اس کے اوپر صحابی کے سوز محبت کی کیا کیفیت ہوگی حقیقت یہ ہے تمام صحابہ عاشقان رسول تھے اور عشق کے عظیم ترین درجے پر فائز۔ ان سب کا عقیدہ یہی تھا کہ

محمد ﷺ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، جان مال اولاد سے پیارا

نیز:

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

عبادت ایمان واخلاص کے سہارے قبول ہوتی ہے۔ جس میں یہ نور زیادہ ہوگا۔ اس کی بندگی زیادہ قبول ہوگی۔ صحابہ کرام کے ایمان واخلاص یا با الفاظ دیگر جذبہ عشق رسول کا اندازہ لگانا ہو تو درج ذیل حدیث پاک پر غور فرمائیں۔

لا تسبوا اصحابی لا تسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو ان احدکم انفق مثل احد ذهبا ماادرک مد احدھم ولا نصیفه

(مسلم شریف)

ترجمہ: میرے صحابہ کو گالی مت دو، میرے صحابہ کو گالی مت دو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا راہ خدا میں دے گا تو بھی صحابہ کرام کے سیر بلکہ نصف سیر غلہ راہ خدا میں دینے کے ثواب کو نہیں پہنچے گا۔

یہ حضور ﷺ کے دیدار کی برکت تھی جس نے صحابی کو باقی

امت سے اتنا بلند اور ممتاز کر دیا تھا کہ اس کے مد بھر بلکہ نصف مد جو صدقہ کرنے کا ثواب دوسروں کے احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے کے ثو اب سے بھی زیادہ ہے کون اس فرق کا اندازہ کر سکتا ہے۔ اگر یہی معیار عظمت وقبول ہے تو فرمایئے عشرہ مبشرہ اور پھر خلفائے راشدین کا مقام کس قدر بلند ہوگا۔ یونہی پھر وہ فرد مقدس جو خلیفہ راشد بھی ہے اور خلفائے راشدین کا امام بھی ہے، کن فضائل وکمالات کا جامع ہوگا اور ایمان واخلاص کے کس بلند ترین مقام کا حامل ہوگا۔

لو وزن ایما ن ابی بکر الصدیق رضی الله عنه بایمان جمیع المو منین لرجح ایمانه

ترجمہ: اگر تمام مومنین کے ایمان کے مقابلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان تولا جائے تو آپ کے ایمان کا وزن زیادہ ہوگا۔

اب اگر ایمان اور عشق رسول ایک ہی چیز کے دو نام ہیں تو کہنے دیجئے، ساری امت کا عشق رسول ایک طرف اور اکیلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم کا دوسری طرف اور ایک آپ کا یہ جذبہ عشق سب کے اجتماعی جذبہ عشق سے بھی زیادہ شدید وقوی ہے۔

اب اس تمہید کے بعد آیئے سیرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ایک نظر ڈالیں۔ آپ کی ساری داستان حیات داستان عشق بن گئی ہے۔ تاریخ کہتی ہے آپ نے قبل از ظہور اسلام بھی کبھی بت کے آگے سجدہ نہیں کیا تھا۔ میں کہتا ہوں سچ ہے مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ جذبہ عشق رسول جو قدرت حق نے فطرت میں داخل کر دیا تھا۔ خدائے رسول کے بغیر کسی کے آگے جھکنے نہیں دیتا تھا۔ یہ جذبہ جتنا قوی ہوتا ہے اتنا ہی باطل کے مقابلے میں انسان کے فکر وعمل کی حفاظت فرماتا ہے۔ تاریخ کہتی ہے آپ نے دور جاہلیت میں بھی کبھی شراب کو منہ نہیں لگایا تھا۔ میں کہتا ہوں سچ ہے مگر یہ بھی عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نشہ تھا جس نے ہر لذت ومستی سے بے نیاز کیا تھا۔ آخر رسول بے عیب ﷺ کے کمالات کا آئینہ بنتا تھا۔ پھر دامن سیرت کسی عیب سے کیوں داغدار ہوتا۔ حضور رحمتہ للعلمین ﷺ کی بعثت ہوئی تو پھر بھی یہ جذبہ عشق ہی تھا جس نے کسی قسم کی دلیل کا مطالبہ نہ کرنے دیا۔ ادھر اظہار ہوا۔ ادھر اقرار ہوا۔

محبوب کریم رؤف رحیم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے دعوت وتبلیغ کا آغاز کیا، عاشق صادق نے بھی قدم بقدم ساتھ دیا۔ اور ایک ہی صدیق نے تھوڑی سی مدت میں عشرہ مبشرہ میں سات عظیم شخصیتوں کو اپنے آقا ومولا علیہ التحتیہ والثنا کے قدموں میں لاکر پیش کر دیا۔

مکہ معظّمہ میں اس وقت اسلام قبول کرنا' دنیا بھر کے مصائب کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ کفار قریش نے حضور رحمتہ للعلمین ﷺ کے نام لیوا غلاموں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جذبہ عشق نے اپنا مال قربان کر کے ان کی گردنیں آزاد کرائیں۔ کہتے ہیں بعثت کے وقت آپ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ سب کے سب محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کے نام پر وار دیئے۔ یہی قربانیاں تھیں جن پر ہادیٔ اعظم رسول اکرم ﷺ نے خوش ہوکر یہ سند امتیاز عنایت فرمائی۔

ما نفعنی ما ل احد قط ما نفعنی مال ابی بکر

ترجمہ: مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہ دیا جتنا ابوبکر کے مال نے نفع دیا۔ (ترمذی شریف)

قریش نے بنی ہاشم سے بائیکاٹ کیا اور وہ اپنے والی ومولا ﷺ کے زیر سایہ انتہائی دشواریوں کے ساتھ تین سال تک شعب ابی طالب میں رہے تو بھی عشق نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو محبوب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے جدا نہ ہونے دیا۔ بقول ذوق

ممکن نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہوں میں !!
میں ہوں تمہارا سایۂ جہاں تم وہیں ہوں میں

معراج شریف ہوئی تو صاحب تاج ومعراج ﷺ نے واقعہ معراج سنایا ابوجہل نے سوچا یہ واقعہ کسی کے لئے بھی قابل یقین نہیں۔ خوش خوش حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر

ہو کر کہنے لگا بتایئے ، کیا کوئی رات کے تھوڑے سے حصے میں مکہ سے بیت المقدس اور پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں کی سیر وغیرہ کر کے واپس آ سکتا ہے۔حضرت نے فرمایا نہیں۔ابو جہل بولا آج آپ کے صاحب یہی دعویٰ کر رہے ہیں۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر ان کا فرمان ہے تو میرا ایمان ہے۔جن پر وحی کا نزول مانتا ہوں انہیں اس دعویٰ میں بھی سچا جانتا ہوں۔دیکھئے عشق کا انداز تسلیم اپنے محبوب پاک سرور لولاک ﷺ کی فضیلت کے بارے میں دنیا کے کمزور ترین راوی کی روایت بھی مان لی۔واقعی

عاشقاں راچہ کار با تحقیق　　ہر کجا نام اوست قربانیم!

عاشقوں کو تحقیق اور جرح و تعدیل سے کیا واسطہ جہاں یار کا نام آ گیا۔قربان ہو گئے۔ہجرت کی رات محبوب خدا ﷺ نے لوگوں کی امانتیں سید الاشجعین سیدنا علی مرتضی مشکلکشا کرم اللہ وجہہ کے سپرد کیں اور وہ چین و اطمینان کے ساتھ تلواروں کے پہرے میں آپ ﷺ کے بستر پر آرام فرما رہے۔سید الا صدقین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جان کے ساتھ رکھا۔یہاں بھی جذبہ عشق نے عجیب و غریب کارنامے سرانجام دیئے۔گھر سے نکلے تو غار ثور کا رخ کیا۔یہ تین میل کا بلندی کی طرف جانیوالا دشوار گزار پہاڑی راستہ طے کرنے کے بعد آتی تھی۔ عاشق صادق چاروں طرف ہو ہو کر حفاظت کرتا ہے طبیعت پھر بھی مطمئن نہیں ہوتی تو کندھے پر سوار کر لیتا ہے بار نبوت اٹھانا آسان نہیں مگر جذبہ عشق کی قوت سب کچھ برداشت کر گئی۔غار کے منہ پر پہنچ کر اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا سے عرض کرتے ہیں حضور! آپ یہیں تشریف رکھئے ، بندہ جا کر حالات کا جائزہ لیتا ہے اندر داخل ہو کر سب سوراخ بند کر لیتے ہیں۔کپڑا ختم ہو گیا اور ابھی دو سوراخ باقی ہیں۔اب تشریف آوری کے لئے عرض ہوتی ہے کائنات کے والی دارین کے خواجہ اندر قدم رنجہ فرماتے ہیں اور عاشق کے زانو پہ سر رکھ کر آرام فرمانے لگتے ہیں۔جو دو سوراخ بند نہیں ہوئے ، وہاں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی دونوں ایڑیاں رکھ دیتے ہیں۔سانپ آتا ہے' راستہ مانگتا ہے، عشق اجازت نہیں دیتا ، جو کاٹتا ہے ، یہ سہتے ہیں۔آخر بتقاضائے بشریت آنکھوں سے آنسو گرتے ہیں۔حضور خواجہ کونین ﷺ وجہ پوچھتے ہیں اور واقعہ سن کر لعاب دہن شریف لگاتے ہیں تو زہر کا اثر جاتا رہتا ہے۔سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا حضور اکرم ﷺ کی نیند مبارک پر نماز عصر اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جان قربان کرنا عشق ہی کی دو ادائیں ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ دنیا میں سب سے بڑا فرض سلطان دوجہاں علیہ الصلوۃ والسلام کی غلامی ہے اعلحضرت بریلوی وضاحت فرماتے ہیں

مولا علی رضی اللہ عنہ نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق رضی اللہ عنہ بلکہ غار میں جاں تجھ پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جان فروض غرار کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

غار ثور میں تین دن قیام رہا جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہر روز خدمت اقدس میں کھانا پیش کر جاتی تھیں۔بلکہ خاندان کے دوسرے افراد بھی بعض خدمتوں پر مقرر تھے۔

ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو عاشق صادق رضی اللہ عنہ قرب کامل کی وجہ سے اپنے محبوب اکرم ﷺ کے انوار کا آئینہ بن گیا تھا۔اس لئے دیکھنے والوں کو امتیاز میں دشواری محسوس ہوئی۔حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس صورت حال کو تاڑ گئے۔چنانچہ چادر تان کر سامنے کھڑے ہو گئے۔آقا و بندہ (ﷺ) میں امتیاز ہو سکے۔

۲ھ میں غزوہ بدر ہوا تو حضور سید عالم ﷺ کے لئے ایک عریش تیار کی گئی۔وہاں جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خدمت

میں حاضر رہے اور اس موقع کا یہی عظیم ترین شرف تھا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور خواجہ لولاک ﷺ نے جہاد کیلئے چندے کی اپیل کی تو اس پیکر عشق رضی اللہ عنہ نے ساری پونجی حاضر کر دی۔ آ قا مولا علیہ التحیتہ والثناء نے پوچھاما ابقیت لا ھلک اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ عرض کیاابقیت لھم اللہ و رسولہ (ان کے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں) اقبال نے اسی جواب کی وضاحت میں فرمایا ہے۔

پروانے کو چراغ ہے ، بلبل کو پھول بس

صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ہے خدا کا رسول بس ﷺ

حضور خواجہ کونین والیٔ دارین ﷺ دینا سے تشریف لے گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالا تفاق آپ رضی اللہ عنہ ہی کو بطور خلیفہ اول منتخب کیا۔ یہ دور انتہائی صبر آزما تھا مسلیمہ کذاب اسود عنسی، طلیحہ بن خویلد اور ایک عورت سجاح نامی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ بعض قبائل اسلام ہی سے پھر گئے اور بعض نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ مخالفین کے کچھ گروہ مدینہ منورہ پر حملے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ایران اور روم جیسی سپر پاورز سے بھی خیر کی توقع نہیں ہو سکتی تھی۔ پھران حالات میں ایک لشکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں خود سرور عالم ﷺ روانہ فرما چکے تھے جو اتفاق سے ابھی مدینہ منورہ کے آس پاس ہی تھا کہ خدا کے پاک رسول ﷺ اپنے رب کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ اس طوفان بلاخیز میں ملت کی کشتی کو آرام وسکون کے ساتھ ساحل آشنا کرنے کا مشکل کام بھی عشق صدیقی نے آسان کر دیا۔ اس وقت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے فاروق اعظم بھی گھبرا گئے تھے اور مصلحت دینی اسی میں سمجھتے تھے کہ کم از کم لشکر اسامہ کی روانگی کو کچھ دیر کیلئے ملتوی کر دیا جائے اور منکرین زکوٰۃ سے بھی نرم برتاؤ کیا جائے ان کی رائے سن تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جوش میں آ کر فرمانے لگے

اجار فی الجاھلیت وخوار فی الاسلام تم الدین وانقطع الوحی، اینقص وانا حی.

(یعنی اے عمر تم زمانہ جاہلیت میں بہت سخت تھے، اب اسلام میں داخل ہو کر نرم خو ہو گئے ہو۔ دین تو مکمل ہو چکا اور سلسلہ وحی تھم گیا۔ کیا میرے جیتے جی دین میں کمی کی جائے گی) حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے بھی ایسی ہی رائے دی تو فرمایا۔ لاؤ میری اونٹنی میں خود مرتدین کے خلاف لڑتا ہوں۔ بخدا اگر چیل کوے میرا گوشت نوچ ڈالیں تو بھی میں اس لشکر کو نہیں روکوں گا جسے خود سرکار ابد قرار ﷺ روانہ فرما چکے ہیں" حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اونٹنی کی مہار پکڑ کر عرض کی اے خلیفہ رسول مقصود مشورہ تھا نہ کہ حکم عدولی۔ آپ حکم دیجئے، اطاعت ہوگی۔ عشق رسول ﷺ کی برکت دیکھئے، خداوند کریم نے سارے کام آسان کر دیئے۔ ہر محاذ پر لشکر اسلام کو فتح ہوئی اور ایسا رعب طاری ہوا کہ بہت سے قبائل دوبارہ خود بخود مسلمان ہو گئے اور کئی قبائل نے زکوٰۃ بھی خود بخود مرکز میں پہنچا دی۔ آج بھی قومی مسائل کا حل اسی جذبہ عشق میں مضمر ہے۔ ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر ہی مسلک پر روانگی اپنانا ہوگا جس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عمر بھر چلتے رہے ملک کے حاکم اگر فی الواقع پاکستان کو ترقی کی راہ پر گامزن دیکھنا چاہتے ہیں تو انہیں یقین کامل اور جرات واستقامت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ اور جہاں تک ہو سکے نظام مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کا نفاذ جلد از جلد عمل میں لانا چاہئے۔ یہ ہے بہترین طریقہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اظہار محبت کا اور ادائے شکر کا، جس کی تاکید حضور سید عالم ﷺ نے ان الفاظ میں فرمائی۔

حب ابی بکر و شکر ہ واجب علی کل امتی

(صواعق محرقہ)

ترجمہ: میری امت پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی محبت اور ان کا شکر ادا کرنا ضروری ہے

☆......☆......☆

امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کردار

پروفیسر سائر بکنوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

- ......صدیق رضی اللہ عنہ عکس حسن کمال محمد ﷺ است
- ......فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظل جاہ وجلال محمد ﷺ است
- ......عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضیائے شمع جمال محمد ﷺ است
- ......حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہار باغ خصال محمد ﷺ است
- ......اسلام ما اطاعت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ
- ......ایمان ما محبت آل محمد ﷺ است

مندرجہ بالا چھ مصرعوں میں کسی بزرگ نے بڑے اچھے انداز میں صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ سیدی و مرشدی حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے دربار عالی کی مسجد ضیائے لاثانی میں ان میں سے پہلے چار مصرعے لکھوائے فی الواقعہ حضور پیر و مرشد کو ان اشعار سے بہت محبت تھی۔ موجودہ شمارہ جمادی الاخریٰ سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ یہ وہ ماہ مبارک ہے جس کی ۲۱ تاریخ کو کلیم طور نبوت' مہر منیر صحابیت' مزاج شناس رسالت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یوم وصال ہے۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد سارے انسانوں میں افضل آپ ہی ہیں۔ خواجہ کون ومکان حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ نے فرمایا

ابو بکر خیر الناس الا ان یکون (صواعق محرقہ)

ترجمہ: ابو بکر انبیاء کے سوا باقی سب لوگوں سے بہتر ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔

لا ینبغی لقوم فیھم ابو بکر ان یو مھم غیرہ (ترمذی شریف)

ترجمہ: کسی گروہ میں ابو بکر کے ہوتے ہوئے کسی کو امام بننا مناسب نہیں۔ حضور رحمتہ للعالمین ﷺ سے سب سے زیادہ فیض پانے والے آپ ہی ہیں اسی لئے ارشاد ہوا۔

ما صب اللہ فی صدری الا صبته فی صدر ابی بکر .

ترجمہ: (حقائق و معارف میں سے) جو کچھ بھی اللہ نے میرے سینے میں ڈالا۔ میں نے صدیق اکبر کے سینے میں ڈال دیا۔ چونکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، نے حضور سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰت واکمل التسلیمات کو سب سے زیادہ قریب سے دیکھا اور سب سے زیادہ صحبت کا شرف حاصل کیا۔ سب سے زیادہ جانا اور مانا لہذا آپ کی سیرت کے ہر پہلو میں سیرت مصطفیٰ ہی جلوہ گر نظر آتی ہے۔ ہم یہاں آپ کی عادات اور طرز زندگی کے چند پہلو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

پروفیسر شیخ محمد اقبال لکھتے ہیں۔ (چند اقتباسات)

"آپ مسکین طبع اور فقیر منش تھے۔ خلیفہ ہونے سے قبل محلّہ کے لوگوں کی بکریاں دوہ دیا کرتے تھے۔ جب خلیفہ ہوئے تو ایک لڑکی نے فکر مند ہو کر کہا" اب ہماری بکریاں کون دوہے گا (محبّ طبری)

لباس سادہ تھا' اکثر پیوند لگے ہوئے تھے۔ ایک صاحب نے ایک دفعہ شمار کیا تو لباس میں بارہ پیوند تھے، جن میں سے بعض چمڑے کے تھے (محبّ طبری)

ایک بار آپ کو شہد کا شربت پیش ہوا تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ سبب پوچھا گیا تو بتایا کہ میں نے ایک دن حضور ﷺ کو دیکھا کہ کسی چیز کو دور ہو دور ہو، کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ سامنے کوئی چیز نہیں آ رہی تھی۔ میں نے عرض کیا۔ حضور کس چیز کو آپ دور کر رہے ہیں ؟ فرمایا میرے سامنے دنیا آئی اور میں نے اسے دھتکار دیا۔

(محبّ طبری)

"قوانین اور احکام کے لئے آپ کی نظر سب سے پہلے قرآن اور سنت پر جاتی تھی۔ جو حکم قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ سے

واضح طور پر مل جاتا۔ اس پر عمل کرتے تھے اگر کسی مسئلہ کے بارے میں قرآن کو خاموش پاتے اور آپ کو خود اس مسئلے کے بارے میں سنت نبوی میں بھی کوئی حل معلوم نہ ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھتے کہ کیا کسی کو اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث معلوم ہے؟ اگر کوئی صحابی بتا دیتے تو اس پر عمل کرتے۔ ورنہ اہم معاملات میں صحابہ کرام سے مشورہ طلب کرتے اور آئے دن کے عام مسائل میں اپنی رائے سے کام لیتے۔ شوریٰ ہو یا ذاتی رائے' اسے بہر حال قرآن وسنت کے تابع رکھتے تھے۔

آپ حکام وامراء پر کڑی نگرانی رکھتے تھے۔ روانگی سے قبل انہیں ضروری نصیحتیں ارشاد فرماتے تھے۔ اگر ان کے خلاف کوئی شکایت آتی تو سختی سے محاسبہ کرتے تھے۔ آپ کا سارا نظام حکومت خطبۂ خلافت کی عملی تفسیر تھی۔ آپ کے کردار' افکار اور نظام کو سمجھنے کے لئے اسی کو درج کیا جاتا ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر کا خطبۂ خلافت: بیعت ہو چکی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد حاضرین سے یوں خطاب کیا۔ اے لوگو! شب وروز کے کسی لمحے میں میرے دل میں امارت کی حرص یا رغبت پیدا نہیں ہوئی۔ نہ اللہ تعالیٰ سے ظاہراً باطناً اس کا سوال کیا لیکن فتنہ کے خوف سے اسے قبول کر لیا ہے۔ امارت میرے لئے کوئی راحت نہیں۔ ایک امر عظیم کا بیڑا مجھ سے اٹھوایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر مجھ سے اس کا یارا نہیں۔ کاش میری اس جگہ پر آج قوی ترین شخص ہوتا۔

بے شک میں تمہارا امیر مقرر ہوا ہوں۔ لیکن تم میں بہترین نہیں۔ میرا عمل نیک ہو تو میری مدد کرو اور اگر بھٹک جاؤں تو چشم پوشی نہ کرو۔ اور سیدھی راہ پر لگا دو۔ میرے نزدیک صداقت امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ میری نگاہ میں کمزور اور طاقتور یکساں ہیں۔ تم میں ضعیف آدمی، میرے نزدیک اس وقت تک قوی ہے جب تک میں اس کا حق' اللہ کے حکم سے اسے واپس نہ دلا دوں۔ اور قوی آدمی میرے نزدیک کمزور ہے۔ حتیٰ کہ انشاء اللہ اس سے (غیر کا) حق نہ لے لوں۔

جو قوم جہاد چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس پر ذلت کی چھاپ لگا دیتا ہے۔ جس قوم میں ناشائستگی پھیل جائے۔ اس پر مصیبت چھا جاتی ہے۔ جو لوگ فساد پیدا کرتے ہیں' وہ آفتوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ میں جب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مطیع رہوں میری اطاعت کرو۔ اور اگر تم مجھے اس کے خلاف پاؤ تو میرا حکم نہ مانو۔

یادش بخیر: یہ تھے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کے الفاظ جو فرمایا۔ اس سے بدر جہاز یادہ کر دکھایا۔

منقبت

زمانے کی ہوائیں ہیں بہت ہی حوصلہ فرسا
کہاں سے آئے کوئی رہنما صدیق اکبر سا
وہ یار غار محبوب خدا، وہ اکرم و اتقیٰ
نہیں امت میں کوئی بھی بشر اس پاک گوہر سا
نہ کیوں ملتی انہیں بے فصل ہی مسند خلافت کی
تعلق تھا یہاں مہر منیر و ماہ انور سا
مرے صدیق کا رتبہ گھٹا کوئی نہیں سکتا
کہ اس کا حامی و ناصر ہے دو عالم کا سرور ﷺ سا
متاع زندگی قربان کر کے پاس لیٹا ہے
نہیں کوئی بھی اس پروانہ شمع پیمبر ﷺ سا
علی شیر خدا مشکلکشا فرمایا کرتے تھے
بہادر کوئی بھی ہم میں نہیں صدیق اکبر سا
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر رضی اللہ تعالیٰ چاروں یکدل تھے
انہیں عشق نبی نے کر دیا تھا شیر و شکر سا
یہی سمجھا رہی ہے ہر ادا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی
کہ مومن کو نہیں محبوب کچھ محبوب داور ﷺ سا
غلامی کی گھٹائیں چھٹ گئیں' سورج نکل آیا
جہاں ایثار صدیق وفا پرور کا مہینہ بر سا
رسول پاک نے ان کو امن الناس فرمایا
سخی پھر کون ہو دنیا میں اس احسان پرور سا
بفیض پیر آسی بھی فقیر نقشبندی ہے
نہ اب اے رحمت صدیق رضی اللہ عنہ اس مسکین کو ترسا

حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی کے چند تصرفات

پروفیسر محمد حسین آسی

شہنشاہ ولایت قیوم لاثانی حضور نقش لاثانی قدس سرہ کا (یکم ذوالحجہ ۱۴۰۷) ۲۷ جولائی ۱۹۸۷ء کو وصال مبارک ہوا۔ اس مناسبت سے کتاب سیرت حضور نقش لاثانی (برکات وکرامات) سے چند صفحات یہاں نقل کئے جا رہے ہیں۔ اسے آپ ''توحید اور محبوبان خدا کے کمالات'' کی موجودہ قسط کا آخری حصہ بھی کہہ سکتے ہیں اور مستقل تحریر بھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جنات پر حکومت

۱۔ نور احمد شاہد (جلوموڑ) راوی ہیں:۔ ''میری چچی صاحبہ کو جنات کا سایہ تھا۔ حضور نقش لاثانی جلوموڑ تشریف لائے تو میں نے چچی صاحبہ کے بارے میں عرض کیا۔ ''حضور انہیں بیس سال سے یہ تکلیف ہے' نہ وہ انہیں نماز پڑھنے دیتے ہیں اور نہ روزہ رکھنے دیتے ہیں''۔ حضور نے فرمایا ''سب دعا کرو' خداوند کریم انہیں صحت بخشے'' اب آپ مناواں تشریف لے گئے۔ بعد میں انہیں ایسا دورہ پڑا کہ صبحدم ہوش آیا مگر اس کے باوجود پہلے سے صحت یاب نظر آتی تھیں۔ کچھ دن بعد دربار شریف حاضری ہوئی تو حضور نے چچی صاحبہ کو حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے روضہ پرنور پر بھیج دیا اور فرمایا کچھ پڑھو وہاں جا کر۔ میں بھی فارغ ہو کر وہاں گیا تو چچی صاحبہ کے منہ سے بلند آواز یہ الفاظ نکل رہے تھے۔' اب میں چلا جاتا ہوں۔ اب مجھے اس ویران کنوئیں میں نہ پھینکیں مجھے معافی دے دیں۔ اب میں چلا جاتا ہوں۔ کچھ دیر بعد انہیں ہوش آ گیا اور دربار شریف سے واپسی کی اجازت مانگنے کیلئے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو چچی صاحبہ نے عرض کیا ''حضور! وہ چیزیں ہر جمعرات کو چوکی مانگتی ہیں''

فرمایا (جلالی انداز میں) ''کوئی چوکی ووکی نہیں دینی۔ جو پہاڑ گرے گا' میں سنبھال لوں گا'' چچی صاحبہ بحمدہ تعالیٰ اسی وقت سے تندرست ہیں''۔

۲۔ بھائی فضل کریم آف ساہوکے (نزد بڈیانہ) بیان کرتے ہیں۔'' میری بیوی کو کئی جنات کا سایہ تھا۔ کبھی کبھی کتنے ہی آدمیوں کے برابر کھانا کھا جاتی اور کبھی کئی کئی روز بھوکی رہتی۔ تکلیف انتہا کو پہنچ گئی تو سوچا دربار شریف میں حضور نقش لاثانی (قدس سرہ) کی خدمت میں حاضر ہو کر کیوں نہ دعا کرائیں۔ بیوی کو ساتھ لیا اور دربار شریف حاضر ہو گیا یہاں آتے ہی ایک گدھے کے بال صاف کرنے میں مصروف ہو گیا اور میری بیوی خود ہی حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو گئی۔ حضور جلالی رنگ میں آ گئے اور اسے واپس کر دیا۔ (اس واپس کرنے میں جو مصلحت ہے' وہ بعد میں سامنے آئی پھر میں اسے لے کر حاضر ہوا تو سرکار نقش لاثانی قدس سرہ پھر اسی انداز میں پیش آئے اور وہ واپس چلی گئی۔ وہ کہتی تھی کہ حضور

مجھے ماردیں گے ڈر کے مارے ٹھہر نہ سکی اور میں اس کے بارے میں پریشان رہا کہ کہیں بس سے گر کر مر ہی نہ جائے۔ اگلے دن صبح اجازت طلب کی تو حضور نے روک لیا۔ ایندھن کی لکڑیاں صحن میں بکھری پڑی تھیں کہ مجھے انہیں اکٹھا

کر کے دوسری جگہ لے جانے کا حکم دیا۔ کچھ دیر بعد بعض دوستوں نے میری امداد کرنی چاہی تو انہیں بھی روک دیا۔ دوپہر کے کھانے کا اعلان ہوا تو بھی مجھے یہاں سے جانے کی اجازت نہ ملی۔ جب دو تین ٹوکریاں رہ گئیں تو حضور نے فرمایا ''شاباش جوانا ایہ وی مکا چھڑ' ایتھے ہن رہن کوئی نئیں دینا''۔ خیر جب اچھی طرح صفائی ہوگئی تو غسل وطعام کے لئے بھیج دیا۔ عصر کے وقت خود بلا کر واپس روانہ فرما دیا۔ میں خدشہ محسوس کرتا تھا کہ نجانے کیا حال ہوا۔ گھر پہنچا تو اہلیہ نے بتایا کہ حضور کی برکت سے کل سے ہی ٹھیک ہوگئی ہوں۔ وہ کبھی نظر تو آتے تھے' مگر قریب آنے کی جرات نہیں کرتے تھے پھر آج دوپہر کو سوئی' عجیب منظر تھا۔ وہ سب جنات ایک ہی ٹیلے پر اکٹھے بیٹھے ہیں اور آپس میں اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ کیا کیا جائے' پیر صاحب تو پیش نہیں جانے دیتے۔ حضور بھی کچھ فاصلے پر جلوہ افروز ہیں اور آپ کو (یعنی فضل کریم صاحب کو) حکم دیتے ہیں کہ ایک ایک کر کے ان جنات کو سمندر میں پھینکتے جاؤ (جس کا ساحل ٹیلے سے چند گز کے فاصلے پر ہے) آپ ایک ایک کو بازوؤں میں اٹھاتے ہیں اور سمندر میں پھینکتے جاتے ہیں۔ جب ایک دورہ جاتے ہیں تو حضور فرماتے ہیں' شاباش جوانا! ایہوی مکا چھڑ' ایتھے ہن رہن کوئی نئیں دینا''۔ چنانچہ ان کا مکمل صفایا ہو جاتا ہے اور پوری طرح سے ان کے خطرے سے محفوظ ہو جاتی ہوں'

۳۔ ایک دوست نے جس کا نام لکھنا مصلحت کے خلاف ہے' حلفیہ بیان دیا۔

''میرے ایک عزیز کو جن کا سایہ ہوگیا اور علاقے کے بڑے بڑے عامل اس سے عاجز آ گئے۔ میں وہاں گیا تو بڑے اچھے انداز میں ملا۔ اس کی خبرداری کا یہ عالم تھا کہ جس کا وضو نہایت خفیہ طریقے سے ٹوٹ جاتا اسے بھری محفل سے نکال دیتا اور دوبارہ وضو کر کے آنے کی اور باوضو درود شریف پڑھنے کی تلقین کرتا۔ خیر! میں اسے اپنے ساتھ لے آیا۔ راستے میں پوچھا آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں اور کیوں؟ وہ بولا جن ہوں' کوہ قاف سے آیا ہوں اور آنے کا یہ مقصد ہے کہ اعلیٰحضرت عظیم البرکت حضور پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو جاؤں' نیز ان لوگوں کو حضرت کی قدر نہیں' انہیں کچھ نہ کچھ بتا جاؤں۔ میں اسے گھر لے گیا تو وہ بار بار کہتا کہ وہاں کچھ لوگ میرے متعلق غلط باتیں کرتے ہیں ذرا ان کو دیکھوں تو'۔ مگر میں نے اسے پھر یہاں سے جانے نہ دیا۔ اگلے دن دربار شریف حاضر ہوئے تو حضور آرام فرما رہے تھے لہذا ہم انتظار میں باہر چلے گئے کچھ دیر بعد کہنے لگا حضور بیدار ہیں لہذا حاضر ہونا چاہیے۔ ہم خدمت میں پہنچے تو واقعی حضور بیدار تھے۔ میں نے سلام کیا اور کچھ حقیقت عرض کی تو فرمایا' مسجد میں چلو' ظہر کی نماز کے بعد بیعت ہوگی۔ چنانچہ نماز ظہر کے بعد وہ حلقہ بگوش ہوگیا۔ حضور نے ایک ٹوپی مبارک بھی عطا فرمائی۔ اجازت لے کر اٹھے تو میں نے کہا آپ کا کام بن گیا ہے' یہیں سے چلے جاؤ۔ کہنے لگا' آپ کے گھر جا کر اسے چھوڑوں گا۔ میں نے حضور کی خدمت میں شکایت کی تو وہ آپ کے فرمان کے مطابق مسجد سے نکلتے ہی چلا گیا۔ ٹوپی مبارک یہیں رہ گئی اس عزیز نے جب اپنے کو دربار میں دیکھا تو حیران رہ گیا کہ میں کہاں اور میرے سر پر یہ (نقشبندی) ٹوپی کیسے آ گئی''۔

۴۔ اب میں (آسی) اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا ہوں۔ کئی سال کی بات ہے ایک نوجوان اپنی ہمشیرہ کو ساتھ لئے حافظ آباد سے دربار شریف آیا۔ ان دنوں تعویذات میرے ذمہ تھے۔ میں نے اس نووارد سے آنے کی وجہ پوچھی تو بولا' میری بہن کو جن کا سایہ ہے۔ بہت سے علاج کئے مگر افاقہ نہ ہوا۔ آخر خود جن ہی نے وعدہ کیا کہ دربار شریف حاضر ہو گے تو میں

چلا جاؤں گا۔ چنانچہ ہم حاضر ہو گئے ہیں اور وہ بھی (حضور کی زیارت کے بعد) چلا گیا ہے۔

۵۔ حضور نقش لا ثانی قدس سرہ کے وصال کے بعد ایک دن حضرت سجادہ نشین حضور پیر سید عابد حسین شاہ صاحب قدس سرہ نے برسبیل تذکرہ فرمایا' ایک جن بھی حضور کی فاتحہ و تعزیت کے لئے آیا تھا' اس نے یہ بتایا تھا' آندھیاں آئیں گی' طوفان اٹھیں گے اور اس کے بعد سکون ہو جائے گا'۔ چند روز بعد حضرت عازم گوجرہ ہوئے تو فیصل آباد سے نکلتے ہوئے فرمانے لگے' کیا اس جن سے ملاقات کا شوق ہے؟ میں نے اور صوفی محمد علی نقشبندی مدظلہ دونوں نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور نے یہاں سے ایک حافظ صاحب کو ساتھ لیا اور آگے بڑھے۔ شہر کے ہنگامے ختم ہوئے تو حافظ صاحب میں جن آ گیا جس نے بڑے آتشیں لہجے میں حضور سے سے سلام عرض کیا اور پوچھا کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا یہ دوست ملنا چاہتے تھے۔ وہ کہنے لگا ''حضرت آپ کے والد ماجد علیہ الرحمتہ کی خدمت میں ہم عمر بھر حاضر ہوتے رہے مگر انہوں نے کسی سے ہمارا ذکر نہیں کیا آپ نے اتنی جلدی ہمارا تعارف کرا دیا یہ تو بچپنے کا انداز ہوا۔'' میں نے کہا جناب ہمارا ہی اصرار تھا اور ہمارے لئے ہی آپ کو تکلیف دی گئی ہے''۔ کہنے لگا اچھا پوچھو جو کچھ پوچھنا ہے۔ میں نے عرض کیا آپ حضور نقش لا ثانی کے بارے میں کیا جانتے ہیں اور کیسے؟ جواب دیا وہ بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ ہر دور میں اولیا اللہ کی لسٹ ہمیں دی جاتی ہے جس سے ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کون ولی ہے اور وہ کہاں ہے۔ میں نے جنوں کی عمروں کے بارے میں سوال کیا تو بتایا ہماری عمریں انسانوں کے مقابلے میں بہت لمبی ہوتی ہیں۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے میرے ابا حضور چھ سو پینتیس سال کی عمر میں فوت ہوئے' ایک سوال کے جواب میں کہا' میرے ابا حضور کے دادا جان حضور سرور کائنات ﷺ کے صحابی تھے۔ فرقہ واریت کے بارے میں پوچھا تو بولا' ہمارے ہاں ایسے ہی مختلف فرقے ہیں جیسے انسانوں میں سنی شیعہ' دیوبندی' وہابی وغیرہ۔ میں نے بتایا کہ حضور نقش لا ثانی نے حیات دنیوی کے آخری دور میں اسلام کی اشاعت' نظریہ پاکستان کی حفاظت اور غربا و مساکین کی امداد و حمایت کیلئے ایک جماعت بنائی تھی ''بزم لا ثانی'' آپ اس سلسلے میں کیا کچھ تعاون کریں گے۔ کہنے لگا جو حکم ہو گا۔ افسوس! حضرت سجادہ نشین مدظلہ العالی نے ابھی چند روز پہلے اس کی وفات کی خبر دی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۶۔ چوہدری محمد صدیق آف دودھم راوی ہیں۔ ''حضور نقش لا ثانی قدس سرہ ایک بار چک ۶۳ ضلع فیصل آباد میں تشریف لے گئے۔ دربار شریف کی ایک بھینس بھی پاس تھی۔ رات کو اہل خانہ نے عرض کی حضور! ہم اپنے مویشی رات کو کسی پڑوسی کے ہاں باندھتے ہیں کیونکہ یہاں اپنی حویلی میں جنات کا اثر بہت ہے اور کئی مویشی ہلاک ہو گئے ہیں۔ اجازت ہو تو حسب معمول ہم آج بھی جانور باندھ آئیں' فرمایا میری بھینس تو یہیں رہنے دو' دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ گھر والوں نے اس بھینس کے ساتھ اپنے جانور بھی گھر میں باندھ لئے صبح سب بخیریت تھے اور اس کے بعد پھر جنات کا اثر بھی غائب ہو گیا۔

۷۔ حافظ نذیر احمد صاحب بوعوی ثم شکر گڑھ راوی ہیں

''چند سال پہلے کی بات ہے' اچانک ہمارے گھر واقعہ موضع بوعہ) میں چھوٹے چھوٹے پتھر غیب سے گرنے شروع ہو گئے۔ والدہ ماجدہ انہیں ایک طرف اکٹھا کر دیتیں۔ ایک دن میں گھر گیا تو اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھا۔ جی بہت گھبرایا بعض دوسرے گھروں کی بھی صورت حال یہی تھی اور وہ اپنے اپنے طور پر اس کا مداوا کر رہے تھے۔ مگر بے سود۔ اگلے روز دربار شریف میں حاضر ہوا قصہ غم بیان کیا حضور نقش لا ثانی قدس سرہ نے سورۂ مزمل پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ شام کو گھر کر حسب ارشاد سورہ مزمل شریف پڑھی تو دیکھتے ہی دیکھتے ان سنگریزوں کا رخ دوسری طرف ہو گیا اور ہم محفوظ ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد باقی گاؤں کو بھی اس جناتی تخریب کاری سے نجات مل گئی۔ تھانیدار نواب دین مرحوم جو

بچپن سے عقید تمند تھے اسی دوران بیعت سے مشرف ہوئے۔"

۸۔ جناب نذیر احمد صاحب (آف نئی آبادی بھروکے) درج ذیل واقعہ اپنے بزرگوں سے روایت کرتے ہیں۔ "۱۹۴۳ء میں حضور ریاست جموں کشمیر کے دورے کے دوران تحصیل راجوری سے گزر رہے تھے کہ ایک برادر طریقت کے اصرار پر آپ موضع مہاسی میں کچھ ٹھہرنے پر آمادہ ہو گئے۔ یہاں ایک عقیدت مند اللہ دتہ نے عرض کی، حضور ہمارے ہاں کافی عرصے سے ایک جن مقیم ہے جو صحن میں ایک درخت پر رہتا ہے اور بہت تنگ کرتا ہے۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ اس کے ہاں تشریف لے گئے اور عصاء زمین میں گاڑ کر (جن سے فرمانے لگے "بھلے لوگ تم یہاں سے چلے جاؤ، یہ انسانوں کی بستی ہے"۔ جن اسی وقت بھاگ گیا اور گھر میں مکمل سکون ہو گیا"۔

جانوروں کی اطاعت و نیاز مندی: حضور سرور کائنات ﷺ کے معجزات کا ایک اہم عنوان یہ بھی ہے کہ چرندے پرندے بلکہ درندے بھی آپ کے اطاعت گزار تھے۔ اونٹ، بیل، ہرنیاں اور چڑیاں تک بارگاہ رسالت میں فریاد کیلئے حاضر ہوتی تھیں یہ تو خیر جاندار ہیں بے جان پتھر اس دربار کے سلامی اور اس سرکار کے مجرئی تھے۔ اور نہایت عاجزانہ و عاشقانہ لہجے میں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

کی صدائیں بلند کرتے تھے (الخصائص الکبری)

کیوں نہ ہو یہ ساری چیزیں حضور پر نور ﷺ کو اللہ کا رسول جانتی مانتی تھی (اور جو رسول اللہ کو جانتا ہے وہ درود بھی پڑھتا ہے اور آپ سے فریاد بھی کرتا ہے خود فرمایا

مامن شییء الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ
الجن والا نس (طبرانی فی معجم کبیر)

ترجمہ: کافر جنوں اور (کافر) انسانوں کے سوا ہر چیز مجھے اللہ کا رسول جانتی ہے

اولیاء کرام علیھم الرحمۃ والرضوان اپنے اپنے مرتبہ و مقام کے مطابق حضور سرور کون و مکاں، خواجہ چین و چناں ﷺ کے نائب ہوتے ہیں۔ اس منصب کا تقاضا یہ ہے کہ جانور تک انہیں پہچانیں اور ان کی فرمانبرداری کریں۔ چنانچہ سیرت اولیا کی کتابوں میں ایسے سینکڑوں واقعات مل جاتے ہیں جن سے اس نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے۔ ہمارا قلم اس وقت جس عظیم و جلیل شخصیت کی مدح سرائی میں مصروف ہے وہ بلاشبہ قیوم زمانی اور غوث صمدانی کے منصب پر فائز تھی۔ ان کی ذات مجمع کمالات کی عظمت کا بھی ایک حسین و جمیل پہلو یہ ہے کہ جانور تک آپ کے فرمانبردار اور مودب تھے۔ اس سلسلے میں بہت سے واقعات اصل کتاب کے مختلف ابواب میں بیان ہو چکے ہیں مثلاً ڈاکٹر عبدالرشید مرحوم کی روایت میں آپ کے فرمان پر کیڑوں مکوڑوں کا آناً فاناً غائب ہو جانا ضلع گجرات (علاقہ کھاریاں) کا وہ بھینسا جو کھلم کھلا کھیتوں میں چرتا پھرتا تھا اور رات کو گھروں کے دروازے توڑ کر مویشیوں کے آگے سے چارہ کھا جاتا تھا، حضور نقش لاثانی کے محض زبانی روکنے سے اس کی طبیعت کا بدل جانا اور پھر نیاز مندی سے دربار شریف آجانا، ایک گھوڑے کا جسے دو آدمی بھی مشکل سے قابو کرتے تھے حضور کی سواری بننے کے لئے بیقراری کا اظہار کرنا، وغیرہ وغیرہ، یہاں صرف چند واقعات درج کئے جاتے ہیں، پہلے کے راوی حضرت مولانا محمد یوسف مدظلہ (آف شیر نزد کامونکی) ہیں۔ ان کے الفاظ میں

"یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب دیہات عموماً پکی سڑکوں سے محروم تھے اور یہاں سفر بسوں کی بجائے گھوڑیوں کے ذریعے ہوتا تھا۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ ہمارے ہاں سے قریب ہی ایک گاؤں لنگل دونا سنگھ تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضور نے اس عاجز کی دعوت بھی قبول فرمائی اور اگلے دن گھوڑیوں کا بندوبست کر کے خدمت میں پیش کرنے کا حکم دیا۔

مختلف احباب سے گھوڑیاں اکٹھی کرتے وقت میں نے اپنے گاؤں کے چودھری جناب محمد حسین صاحب سے بھی گھوڑی مانگی۔

انہوں نے کہا آپ شوق سے گھوڑی لے جائیں مگر آپ جانتے ہیں سرکش ہے کسی کو بطور سوار برداشت نہیں کرتی حتیٰ کہ خود ہم بھی اس کی سواری سے گھبراتے ہیں۔ میں نے جواب دیا ''ہاں میں جانتا ہوں یقیناً یہ گھوڑی کسی کی سواری برداشت نہیں کرتی مگر انشاء اللہ حضور قبلہ عالم اسی پر سواری فرمائیں گے''۔ خیر یہ گھوڑی بھی مل گئی اور یوں دس گھوڑیاں لنگل دونا سنگھ پہنچا دی گئیں۔ حضور نقش لا ثانی علی الرضوان نے اپنے ایک خلیفہ مجاز سے اسی گھوڑی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''اسے میرے لئے رہنے دو اور باقی گھوڑیوں پر سوار ہو کر سب کے سب نکل چلو''۔

تمام خلفاء ہمارے گاؤں شمیر پہنچ گئے مگر حضور نقش لا ثانی کو اپنے مریدین ومتوسلین سے ملتے ملاتے دیر ہوگئی۔ چودھری محمد حسین صاحب کو خدشہ تھا کہ کہیں گھوڑی نے شرارت نہ کردی ہو۔ خیر بار بار اپنی پریشانی کا اظہار کر رہا تھا۔ اتنے میں دور سے حضور بھی نظر آ گئے۔ سارا گاؤں استقبال کے لئے آیا تھا۔ لوگ سلام کر رہے ہیں۔ کوئی دست بوسی کر رہا ہے تو کوئی قدم بوسی۔ گھوڑی ہے کہ دم بخود کھڑی ہے چودھری محمد حسین کہنے لگے ''ٹھیک ہے ہر چیز اللہ والوں کی تابع فرمان ہوتی ہے''۔ اس کے بعد گھوڑی کی سرکشی مطلقاً جاتی رہی اور ہر چھوٹا بڑا اس پر سوار ہوتا رہا۔

مستری محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں۔ ''موضع چھابلہ میں بڑ کا درخت' جسے قبلہ عالم نقش لا ثانی قدس سرہ کی نذر کیا گیا تھا۔ کاٹنے کے لئے دوسرے مستریوں کے علاوہ مجھے بھی بلایا گیا۔ حاضر ہوا اور بڑ کو دیکھا تو اس پر شہد کی مکھیوں کے چار پانچ چھتے ہیں۔ حکم ہوا ''مستری جی! آگے کیوں نہیں بڑھتے کیا دیکھ رہے ہو''۔ میں تعمیل ارشاد کے لئے آگے بڑھا اور جس ٹہنی پر چھتے تھے اسی کو کھینچ لیا۔ مکھیوں نے بھی مجھ پر ہلہ بول دیا مگر کسی نے بھی ڈنک نہ مارا صرف کپڑوں پر بیٹھی رہیں۔ لوگ حیران تھے کہ شہد کی مکھیاں اور یوں صلح پسند۔ ہاں آخر میں ایک مکھی نے ماتھے پر نیش زنی کی مگر تکلیف بالکل نہیں ہوئی۔ حضور نے خود دست شفا کی دو مبارک انگلیوں سے ڈنک صاف کر دیا''۔

۳۔ انہی مستری صاحب کی روایت ہیں۔ ''ایک دفعہ حضور نقش لا ثانی ہمارے ہاں تشریف فرما تھے۔ گرمی کے دن تھے اور حضور ڈیوڑھی کے اوپر جلوہ گر تھے۔ میں خدمت اقدس میں تھا اور حضرت پیر فضل شاہ صاحب قاضی باقر والے (رحمتہ اللہ علیہ) مسجد میں وعظ فرما رہے تھے' آپ نے بار بار وعظ سننے کا حکم دیا۔ وعظ کے دوران' اچانک سانپ سانپ کا شور اٹھا۔ ادھر حضور نے تین بار اعلان فرما دیا اسے مارنا نہیں۔ میں بھاگ کر مسجد پہنچا تو سانپ کو خود دیکھا جو میرے بھائی کے پاؤں پر سے گزر گیا تھا مگر حضور کے فرمان کے بعد اور کسی کو نظر نہیں آیا (ممکن ہے جن ہو جسے اور جن سے بچانا مقصود تھا دونوں بچ گئے)''۔

۴۔ ٹھیکیدار عبدالغفور آف فتو چک بیان کرتے ہیں۔ ''موضع عزیز پور بوہڑی میں حضور نقش لا ثانی ایک بڑ کا درخت کٹوا رہے تھے اسے نیچے گرانے کا مرحلہ آیا مگر صورت حال پیچیدہ تھی۔ یعنی بڑ کا مالک تو اہل سنت تھا مگر اس کے پڑوسی جن کے گھر درخت کی زد میں تھے غیر مقلد۔ پھر مصیبت یہ کہ اس پر شہد کی مکھیوں کا بہت بڑا چھتا بھی تھا۔ میں نے عرض کیا حضور اگر اب درخت گرایا تو یہ مکھیاں انسانوں اور جانوروں کو کاٹ کھائیں گی مگر یہ درخواست منظور نہ ہوئی۔ حضور نے درخت پر کے مستریوں کو نیچے بلا لیا اور ایسی نظر کرم فرمائی کہ درخت بڑے سکون سے گر گیا اور کسی کا نقصان بھی نہ ہوا۔ اکثر مکھیاں اڑ گئیں اور جو آدمیوں اور جانوروں پر بیٹھیں انہوں نے بھی کسی کو ڈنک نہ مارا'۔

۵۔ صوفی نذیر احمد صاحب نئی آبادی بھرو کے نزد بڈیانہ رقم طراز ہیں۔ ''۱۸ مئی ۱۹۵۷ء کو حضور نقش لا ثانی قدس سرہ ہم سب اہل دیہہ کی درخواست پر ہمارے ہاں تشریف لائے اور پھر ایسی دلنوازی فرمائی کہ ہر گھر میں قدم مبارک رکھا اور برکت کی دعا فرمائی۔ اس زمانے میں گاؤں کی زمین اکثر بنجر اور سانپوں کی آماجگاہ تھی۔ مرد و زن' بچے بوڑھے ان کی کثرت سے سخت پریشان تھے۔ واپسی پر حضور کو الوداع کہنے گاؤں سے باہر نکلے تو اپنی اس مصیبت کا رونا بھی رویا۔ حضور نے ایک کھیت کے کونے میں اپنا عصاء مبارک گاڑا اور پھر فوراً اٹھا لیا۔ دس پندرہ دن بعد گاؤں کی ساری زمین سانپوں سے بالکل آزاد ہوگئی''۔

(یہ واقعہ تشریف آوری کی برکات میں بھی آسکتا ہے)

☆......☆......☆

مرزائیت زندہ کیوں ہے؟

فاتح مرزائیت علامہ
طاہر عبدالرزاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک دوست نے بڑے دلسوز لہجے میں مجھ سے سوال کیا۔

''طاہر صاحب! قادیانیت ابھی تک زندہ کیوں ہے؟''

میں نے کہا، جناب ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں، اس میں ہر شخص عاشق رسول کہلاتا ہے۔ عشق رسول ﷺ کے گیت گاتا ہے۔ محبت رسول ﷺ کے نغمے آلاپتا ہے۔ حرمت رسول ﷺ پر قربان ہو جانے اور مٹ جانے کا اعلان کرتا ہے۔ لیکن ہمارا یہ عشق، عشق رسول ﷺ کی رسوائی ہے۔ عشق کے ماتھے پر سیاہ دھبہ ہے۔ سچے عاشقانِ رسول کی دلسوزی ہے! اگر ہم عاشق رسول ہوتے تو آج گستاخان رسول قادیانی ہمارے گلی محلے میں کس طرح زندہ رہتے؟ اگر ہم عاشق رسول ہوتے تو پیارے آقا جناب محمد عربی ﷺ کی نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے قادیانی گروہ کا دنیا میں وجود نہ ہوتا۔

پیارے بھائی! جب ہم فکر کے بلند مینارے پر بیٹھ کر اپنے معاشرے پر ایک عمیق نظر ڈالتے ہیں .... تو ہمیں ایسے روح فرسا مناظر نظر آتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر آنکھیں سوختہ اور دل کباب ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ ذرا ان نام نہاد عاشقوں کو توجہ سے دیکھ!

- ......O محمد عاشق......مرزائی کے ساتھ بیٹھا کھانا کھا رہا ہے۔
- ......O فدا محمد......مرزائی کے بیٹے کی شادی پر تحائف لئے خراماں خراماں چلا جا رہا ہے۔
- ......O محبوب احمد......مرزائی کے بیٹے کو ٹیوشن پڑھا رہا ہے۔
- ......O غلام مصطفیٰ......مرزائی کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھا دفتر جا رہا ہے۔
- ......O محمد ولید......اپنے پرنٹنگ پریس میں مرزائیوں کا کفریہ اور ارتدادی لٹریچر چھاپ رہا ہے۔
- ......O قربان محمد......اپنے بیٹے کو مرزائیوں کے سکول میں داخل کرانے جا رہا ہے۔
- ......O سرشار احمد......مرزائی کو ادھار پیسے دے رہا ہے
- ......O فقیر محمد......بغلگیر ہو کر مرزائی سے عید مل رہا ہے۔
- ......O ضیاء المصطفیٰ......مرزائی کے ساتھ کرکٹ کھیل رہا ہے۔
- ......O غلام سرور......قادیانیوں کے مشروب ساز ادارے ''شیزان'' کی ایجنسی چلا رہا ہے۔
- ......O غلام رسول......مرزائی مریض کا علاج کر رہا ہے۔
- ......O شفاعت مصطفیٰ......بڑے سکون سے شیزان کی بوتل پی رہا ہے۔
- ......O حبیب احمد......قادیانی مریض کی عیادت کیلئے ہسپتال جا رہا ہے
- ......O دوست محمد......عدالت میں قادیانی ملزم کی وکالت کر رہا ہے
- ......O جان محمد......مرزائی کے ولیمے میں مرغ قورمہ اڑا رہا ہے۔
- ......O گل احمد......مرزائی کے کھیت میں ہل چلا رہا ہے۔
- ......O محمد دین......مرزائیوں کا عبادت خانہ تعمیر کر رہا ہے۔
- ......O فیض رسول......مرزائی کی سالگرہ پر دانت نکالتا کیک کا تحفہ لئے جا رہا ہے۔
- ......O محمد احمد......مرزائی کی دکان سے سودا سلف خریدنے کے بعد

مرزائی کو شکریہ کے ساتھ نوٹ دے رہا ہے۔

O...... محمد مزمل...... نے مرزائی کے گھر کی تعمیر کا ٹھیکہ لیا ہے۔

O...... چراغ محمد...... مرزائی کے گھر بیٹا پیدا ہونے پر خوشی سے لڈو کھا رہا ہے۔

O...... نثار محمد...... نے اپنے مکان کا نچلا حصہ مرزائی کو کرائے پر دیا ہوا ہے

O...... محمد اسلام...... مرزائیوں کی کفریہ اور اسلام دشمن کتاب کی کتابت کر رہا ہے۔

O...... غلام نبی...... مرزائیوں کی غلیظ کتابوں کی جلد بندی کر رہا ہے

O...... حسین احمد...... قادیانی رسائل اور رسوائے زمانہ قادیانی اخبار ''الفضل'' بیچ رہا ہے۔

O...... ضیاء الدین اور مرزائی نے مل کر پولٹری کا بزنس شروع کیا ہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کے ذمہ تاج وتخت ختم نبوت کی رکھوالی ہے۔ جن کے ذمہ ناموس رسالت کی پاسبانی ہے۔ جنھوں نے حرمت دین کی حفاظت کرنی ہے، لیکن یہ پاسبان، یہ نگہبان، چوروں اور ڈاکوؤں سے دوستیاں اور یارانے ڈالے ہوئے ہیں۔ جب پہرے دار سو جائے تو سور فصل برباد کر دیا کرتے ہیں۔ جب رکھوالہ غافل ہو جائے تو گیدڑ کھیت اجاڑ دیا کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ مرزائیوں سے ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیں تو مرزائیت تڑپ تڑپ کر دم توڑ دے۔ اگر یہ مرزائیوں کا صرف بائیکاٹ کر دیں تو مرزائیت کا دماغ ٹھکانے آجائے اور ان کی کثیر تعداد مسلمان ہو جائے۔ لکڑہارے نے جب درخت پر کلہاڑا مارا۔ تو درخت نے چلا کر کلہاڑے سے کہا ''کیوں میرا بدن کاٹ رہا ہے؟'' کلہاڑے نے جواب دیا ''اگر لکڑی کا یہ دستہ جو میرے اندر فٹ ہے اور اس کا تعلق تیری جنس سے ہے میرا ساتھ نہ دے تو میں تجھے کبھی نہیں کاٹ سکتا۔ اگر درخواست کرنی ہے تو اپنے ہم جنس لکڑی کے دستے سے کر'' یہ بدنصیب لوگ ہمارے معاشرے میں قادیانی سانپوں کو پالتے ہیں اور انہیں تحفظ دے کر اپنے نبی کریم ﷺ سے غداری کرتے ہیں۔ چنگیز خاں کبھی بھی خلافت عباسیہ کو تباہ نہ کر سکتا اگر وزیر اعظم ابن علقمی غداری نہ کرتا۔ فرنگی کبھی سلطان ٹیپو کو شکست نہ دے سکتا اگر میر جعفر غداری نہ کرتا۔ انگریز کبھی سراج الدولہ کو شکست نہ دے سکتا اگر میر صادق غداری کا ہولناک کردار ادا نہ کرتا۔ خلافت عثمانیہ کا کبھی سقوط نہ ہوتا اگر غداروں کی ایک ٹیم اپنا زہریلا گھناؤنا کردار ادا نہ کرتی۔ اگر یحییٰ خان اور کلیدی عہدوں پر بیٹھے قادیانی غداری کا خطرناک کھیل نہ کھیلتے تو سقوطِ بنگال نہ ہوتا۔ جب ہم ان مرزائی نواز لوگوں سے بائیکاٹ کا کہتے ہیں تو وہ الٹے سیدھے دلائل دینا شروع کر دیتے ہیں اور بعض اوقات زچ ہو کر کھسیانی ہنسی ہنسنے لگتے ہیں لیکن اپنی ہٹ پر قائم رہتے ہیں۔ وہ پیارے نبی کریم ﷺ کے دشمنوں کا بائیکاٹ تو نہیں کرتے لیکن اگر انہیں شوگر ہو جائے تو چینی کا بائیکاٹ کر دیتے ہیں۔ بلڈ پریشر ہو جائے تو نمک کا بائیکاٹ کر دیتے ہیں۔ اگر کولیسٹرول بڑھ جائے تو گھی سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں اگر یورک ایسڈ بڑھ جائے گوشت کا بائیکاٹ کر دیتے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انہیں اپنی شوگر ناموس رسول ﷺ سے زیادہ پیاری ہے انہیں اپنا بلڈ پریشر حرمت رسول سے زیادہ محترم ہے انہیں اپنا کولیسٹرول عقیدہ ختم نبوت سے زیادہ مقدم ہے۔ انہیں اپنا یورک ایسڈ اسلام سے زیادہ لاڈلا ہے۔ ہر وہ شخص جس نے نبی اکرم ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے اور وہ مسلمان ہونے کا مدعی ہے۔ عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کی حفاظت اس کا فرض ہے۔ آؤ ہم سب اپنا جائزہ لیں کہ ہم اس فرض کو کس حد تک ادا کر رہے ہیں؟

کتنا بدقسمت ہے وہ عالم جو اپنے علم سے ختم نبوت کی حفاظت نہیں کرتا۔ کتنا زیاں کار ہے وہ خطیب جو اپنی خطابت سے ختم نبوت کی پاسبانی نہیں کرتا۔ کتنا غافل ہے وہ ادیب جو اپنے قلم کے خنجر سے ختم نبوت کی نگہبانی نہیں کرتا۔ کتنا حرماں نصیب ہے وہ مالدار جو اپنا مال تحفظ ختم نبوت کے لئے خرچ نہیں کرتا۔ کتنا تیرہ بخت ہے وہ استاد جو اپنے شاگردوں کو تحفظ ختم نبوت کی تعلیم نہیں دیتا، کتنا بد بخت ہے وہ شاعر جو اپنی شاعری کے ہنر سے ختم نبوت کی حفاظت اور قادیانیوں کی مرمت نہیں کرتا اور کتنا بڑا مجرم ہے وہ حکمران جو اپنے اختیارات اور قوت وطاقت سے مرزائیوں کو ان کے منطقی انجام تک نہیں پہنچاتا۔

اے مسلمان! آج تیری زبان قادیانیوں سے میٹھی رسیلی باتیں کرتی ہے۔ آج تیرے قدم لپک لپک کر قادیانیوں کے گھر جاتے ہیں، آج تیرے ہاتھ بڑی گرم جوشی سے قادیانیوں سے مصافحہ کرتے ہیں، آج

تیری آنکھیں قادیانی کو دیکھ کر مسکراتی ہیں، آج تو قادیانیوں کو اپنے گھر بلا بلا کر ان کی ضیافتیں کرتا ہے۔

لیکن یاد رکھ! کل قیامت کے دن تیرے یہ اعضا اللہ کی عدالت میں تیرے خلاف گواہی دیں گے۔ اے اللہ! یہ شخص تیرے حبیب کریم ﷺ کے دشمنوں کو دوست رکھتا تھا اور بار بار سمجھانے کے باوجود، ان ملعونوں کی دوستی سے باز نہیں آتا تھا۔

اے مسلمان! ابھی مہلت زندگی باقی ہے۔ باز آجا۔ ورنہ روز قیامت، تیرا رونا کسی کام نہ آئے گا۔ آج اپنی زبان کی باگیں کھینچ لے۔ آج اپنے بڑھتے ہوئے ہاتھوں کو پیچھے کھینچ لے۔ اپنے پاؤں میں زنجیر ڈال لے۔ قادیانیوں سے اپنی آنکھوں کے زاویے بدل لے اور دنیا میں یہ اعلان کر دے کہ میں محمد عربی ﷺ کا غلام ہوں۔ میں مرزا قادیانی اور قادیانیوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق اور کوئی ناطہ نہیں۔

مسلمانو! خبردار...... خبردار...... دیکھو شام اپنے تاریک سائے دھیرے دھیرے دنیا پر پھیلا رہی ہے...... پنچھی ڈاروں کی صورت میں پرواز کرتے ہوئے اپنے گھونسلوں کی جانب لوٹ رہے ہیں...... ڈوبتے ہوئے سورج نے خوفناک زردنکیہ کا روپ دھار لیا ہے...... بازار بند ہو رہے ہیں...... اور تم نے ابھی تک زادراہ خریدا ہی نہیں...... عقلمند لوگ تو زادراہ کے بغیر سفر نہیں کیا کرتے...... قبر کا اتنا طویل سفر...... قبر کا اتنا ہولناک اور خوفناک سفر...... گھٹا ٹوپ اندھیرے ...... سانپوں اور بچھوؤں کے اژدھام............!!!

لوگو آؤ...... جلدی جلدی ان بند ہوتے بازاروں سے عشق رسول ﷺ کے چراغ خرید لیں...... تاکہ اندھیرے کافور ہوں...... قبر میں طمانیت کا نور ہو...... اور عشق رسول ﷺ کے چراغ کی روشنی ہمیں منزل مراد تک پہنچائے......!!!

لحد میں عشق رخ شاہ ﷺ کے داغ لے کر چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کر چلے

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلی الک و اصحابک یا حبیب اللہ

ایک حقیقت افروز خواب

اس بندۂ ناچیز کا تعلق خانوادہ سادات سے ہے گذشتہ دنوں میں اپنے موضع گوجرہ شریف (تحصیل ڈسکہ) میں اپنے سسرال کے ہاں آیا ہوا تھا کہ رات کے آخری حصے میں خواب آیا کہ میں سید الاولیاء سند الاصفیاء حضرت سیدنا گنج بخش رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر ہوں مخزن فیوض و برکات حضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب بخاری گوجروی مدظلہ العالی بھی میرے ساتھ ہیں میں نے دیکھا کہ دربار شریف میں بہت زیادہ ہجوم ہے اور کوئی بزرگ ایک رسالہ تقسیم کر رہے ہیں۔ فقیر نے بھی آگے بڑھ کر اسے حاصل کیا۔ دیکھا تو یہ مجلّہ الحقیقہ تھا۔ خواب ہی میں میں نے حضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی سے عرض کی ' شاہ صاحب یہ تو وہی رسالہ ہے جو صوفی صاحب (یعنی حاجی عبدالرزاق صاحب) ڈسکے سے لایا کرتے ہیں۔ واقعی یہ اس کی مقبولیت کی روشن دلیل ہے کہ ایسے عظیم دربار میں تقسیم ہو رہا ہے

العارض

بندۂ ناچیز سید لیاقت علی قادری عطاری

مقیم چک بیگ گوجرانوالہ

لہذا ادارہ 'الحقیقہ' خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری کی پیروی میں بآواز بلند نغمہ سرا ہے

گنج بخش فیض عالم' مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل' کاملاں را رہنما

ادارہ

غلبہ دین حق کی بحالی اور احیائے دین کی عظیم تحریک شیران اسلام پاکستان کے یوم تاسیس پر

جاگو شیران اسلام

.....محمد عاصم محمود کی تاریخ ساز انقلابی تحریر.....

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجودہ دور کی معاشرتی زندگی جس تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے کچھ اس طرح نظریاتی کشمکش میں ایک طرف مذہب دشمن طاقتیں نام نہاد آزادی اور فیشن پرستی وعیاشی کے ذریعے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی تعلیمات سے دور لے جانے کے لئے مصروف کار ہیں۔ دوسری طرف کچھ منفی قوتیں دانستہ طور پر مسلمانوں کو ایک ایسی راہ پر ڈالنا چاہتی ہیں جو تعلیمات اسلامی کی روح سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اس کشمکش میں نظریاتی قوتوں کی تمام تر توانائیاں نوجوان نسل پر مرتکز ہیں کہ قوموں کی تقدیروں کے دھارے اسی طبقہ سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ان عوامل نے ہمارے تعلیمی اداروں کے ماحول کو بھی کافی حد تک متاثر کیا ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ صورت حال نہ صرف ہمارے ایجوکیشنل اسٹینڈرڈ کو گرانے کا موجب ثابت ہوئی بلکہ مجموعی طور پر ہماری قومی نشو ونما پر بھی اس کے منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں کیونکہ قوموں کی زندگی میں نوجوانوں کا اہم کردار ہے۔ نوجوان ایک مثالی معاشرہ قائم کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی لئے تو بیسویں صدی کے ممتاز مفکر غزالی زماں رازی دوراں امام اہلسنت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ:

''اگر کسی قوم کی نوجوان نسل گمراہی کی دلدل میں پھنس جائے تو زوال اس قوم کا مقدر بن جاتا ہے پھر وہ قوم اخلاقی، مذہبی، معاشرتی اور سماجی اقدار کھو دیتی ہے۔ اس دنیا میں عزت کی زندگی گزارنے کا ایک ہی راز ہے کہ آپ کی قوم کا وقار بلند ہو اور وقار تب ہی بلند ہوگا جب نوجوان نسل کی تربیت سنہری اصولوں پر ہوگی''۔

اگر ہم چند لمحات کے لئے تمام تر مصروفیات ترک کر کے اس بات پر غور کریں کہ ہم کس نظریے کے فروغ کے لئے کام کر رہے ہیں اور ہمارے اہداف کیا ہیں؟ تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ ہم ہی وہ قوم ہیں جو پوری دنیا میں سب سے زیادہ معزز ہے۔

لیکن ہائے ....افسوس کہ آج کی دنیا کی معزز ترین قوم کو دنیا بھر میں حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس مقام کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے ہمیں اخلاص کے ساتھ کام کرنا ہوگا تب ہی عالمگیر غلبہ اسلام کی منزل تک رسائی ممکن ہوگی۔

اس لئے ظلم واستحصال سے پاک معاشرے کا قیام، نظام مصطفےٰ ﷺ کا نفاذ اور مقام مصطفےٰ ﷺ کا تحفظ ہمیشہ سے ہر سچے مسلمان کی دلی تمنا رہی ہے۔

انہی مقاصد کیلئے 14 اگست 1947ء کو دینا کے نقشے پر'' پاکستان'' کے نام سے ایک نظریاتی مملکت نے جنم لیا۔ یہ وطن عزیز مسلمانان برصغیر علما ومشائخ اہلسنت کی بے مثال جدوجہد کا ایک نتیجہ تھا۔ جس میں مختلف طبقوں کی طرح علماء ومشائخ سمیت نوجوان طلبہ نے بھی گراں قدر حصہ لیا۔ بدقسمتی سے تحریک آزادی کے بعد طلبہ واکابرین نے اپنی جدوجہد کو قیام پاکستان پر ختم کر دیا اور نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا کے پیش نظر تکمیل پاکستان کے تقاضوں سے بے تعلق ہوگئے۔ اس کا

نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان کے تمام شعبہ جات میں مفاد پرست، موقع شناس اور اسلامی اقدار و نظریہ پاکستان کے مخالف عناصر قابض ہوتے گئے۔

قیام پاکستان کے بعد وطن عزیز کے حالات یہاں تک پہنچے کہ دیگر شعبوں کی طرح تعلیمی اداروں میں بھی نسل نو کو اقامت دین اور جدید علمی تقاضوں کی آڑ میں صحابہ رضی اللہ عنہم و اہل بیت، ائمہ و اولیا کرام اور صوفیاء عظام رضی اللہ عنہم سے برگشتہ کیا جاتا رہا۔ فرقہ پرستی جماعت بندی کے روپ میں قوم کو تقسیم کر رہی تھی بدعقیدگی نے صالحیت کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔ غلبہ حق کے نام پر شخصی و جماعتی تعصب اور فرقہ واریت کا زہر طلبہ میں سرائیت کیا جا رہا تھا۔ توحید اور تحقیق کے نام پر دانستہ توہین رسالت اور بزرگان دین کی شان میں گستاخی کا ارتکاب ہو رہا تھا۔ سیرت کے عنوان پر تحریروں اور تقریروں میں حضور نبی کریم ﷺ کو صرف ایک ''عام انسان'' کی حیثیت سے پیش کیا جاتا اور حضور ﷺ کی شخصیت کے باطنی، روحانی اور معجزاتی پہلو کو توحید و سنت اور جدید علمی تقاضوں کے منافی قرار دے کر نظر انداز کیا جا رہا تھا جب کہ عظمت کا یہ روحانی گوشہ تو حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کے چراغوں کو فروزاں کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ غرض سارا زور شریعت اور صاحب شریعت ﷺ سے چشم پوشی کرتے ہوئے انہیں محض ایک ''پیغام رساں'' کی حیثیت سے پیش کیا جاتا............۔ نصابی کتب اولیا و صوفیا عظام کی خدمات سے تہی دامن اور تاریخ پاکستان علما کرام کے روشن کارناموں سے خالی تھی۔

اسلام کے نام پر نام نہاد اسلام پسند تنظیموں کے نزدیک جذبہ عشق رسول ﷺ کا اظہار اور اولیاء کرام کی تعلیمات فرقہ واریت اور شرک و بدعت تھیں جب کہ اصلاح و تجدید کے عنوان پر مخصوص، متنازعہ اور شخصی افکار نسل نو میں جہاد کے نام پر فرقہ واریت اور قتل و غارت گری کی خصوصی ٹریننگ اور معصوم جانوں کو جہاد کا جھانسہ دے کر اپنے مذموم مقاصد میں استعمال کرنا ان کی جدو جہد کا حصہ تھا۔ یہ وہی گروہ تھا جو قیام پاکستان کا مخالف تھا۔

اس اضطراب زدہ ماحول میں ایک ایسی تنظیم کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی جو اسلام کی حقیقی تعبیر پیش کرے۔ صاحب اسلام ﷺ کو محض ایک نیک صالح انسان کی حیثیت سے پیش کرنے کی بجائے ان کی ذات کو وراء الوراء سمجھے اور ان سے والہانہ قلبی وابستگی کو نجات کا ذریعہ ماننے کی فکر پر عمل پیرا ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہ و اہل بیت اور اولیا و صوفیا رضی اللہ عنہم کی خدمات کی معترف ہو اور ان کی تعلیمات کو دین کی روح سمجھتی ہو۔ سیاسی، جماعتی اور شخصی عقیدت کو اسلام کے اجتماعی مفاد اور محبت رسول ﷺ کے تقاضوں پر فوقیت نہ دے۔ وطن عزیز پاکستان سے محبت کے جذبوں کی حامل ہو۔ استحصالی نظام سے نجات کے لئے نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفےٰ کے تحفظ کیلئے مصروف عمل رہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حق و حقیقت کی تاریخی جد وجہد اللہ نے صرف اور صرف اہلسنت کے ہی حصہ میں رکھی ہے۔ ہر دور میں یہ صدق و امانت کے نقیب رہے۔ ہر کفر ان کے سامنے لرزہ براندم رہا۔ مسلک حقہ اہلسنت و جماعت کو کئی امتیازات اور اعزازات حاصل ہیں۔ تاریخ گواہ ہے اور زمانہ آگاہ ہے کہ حقیقی اسلام اور حقیقت اسلام کی خوشبو اہلسنت کے اکابرین ہی پھیلاتے رہے۔ پاک وطن ہمارے ہی اسلاف کی دعاؤں اور وفاؤں کا عملی مظہر ہے۔ وطن عزیز میں ملکی گروہ کلاشنکوفیں اٹھاتے اور دین کے نام پر ایک دوسرے کی گردنیں اڑاتے رہے۔ مگر ہم ہر دور میں اخوت کے پھول بانٹتے اور اتحاد و یکجہتی کا درس دیتے رہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب اسلام کا مرکزی سیاسی نظام کمزور ہوا تو اس کے مثالی معاشرتی نظام کو مسلمان معاشرے میں جاری اور زندہ رکھنے کا فرض صوفیاء کی خانقاہوں اور تربیت گاہوں نے سرانجام دیا۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور حضرت فضیل بن عیاض سے لیکر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت بہاؤالدین نقشبندی سے لیکر حضرت شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ اور سیدنا حضور غوث اعظم سے لے کر پیر سید حضرت جماعت علی

شاہ شہنشاہ لاثانی اور سید علی حسین شاہ المعروف حضور نقش لاثانی سرکار تک صوفیاء وصلحاء کی ایک روشن کہکشاں ہے جس کا ہر ستارہ بجائے خود نور کا مینا رہ ہے۔ آج عقائد واعمال اور اسلامی اقدار واخلاق کی جو بھی بہار نظر آتی ہے' اسے شگفتہ وشاداب رکھنے میں ان اللہ والوں کا مرکزی کردار ہے۔ ان عظیم ہستیوں کے مقدس مشن کے فروغ نظریہ پاکستان کے تحفظ اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے............

مایوسیوں اور ناامیدیوں کے اس زوال پذیر دور اور قحط وفا میں حضور نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کے علمی فکر اور روحانی مشن کے نقیب مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی صاحب مدظلہ نے اس پرفتن اور پر آشوب دور میں غلبہ دین حق کی بحالی اور احیائے دین کی عظیم تحریک شیر ان اسلام کی بنیاد مورخہ 15 جولائی 2001ء بروز اتوار بوقت صبح 10 بجے بمقام: جامع مسجد خاتون جنت نقش لاثانی نگر تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال رکھ کر جاگو شیران اسلام، اٹھو شیران اسلام کا الم بلند کیا۔ تاسیسی اجلاس کے موقع پر چند ایسی شخصیات شریک تھیں جو نہ صرف اسلام اور پاکستان سے بے پناہ محبت رکھتی تھیں بلکہ خوف خدا اور عشق رسول ﷺ سے اتنا سرشار تھیں کہ آج الحمد للہ یہ تنظیم ایک بہت بڑی تحریک کی صورت میں ملک بھر بشمول آزاد کشمیر میں رات دن مصروف جہاد ہے۔ دیگر تنظیمی علمی فکری اور نظریاتی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ماہ نامہ ''مجلّہ الحقیقہ'' کی مسلسل اشاعت اور نقش لاثانی اسلامک یونیورسٹی کی تعمیر کا کام جدید طرز پر شروع ہے۔ اس تاسیسی اجلاس میں نمایاں شخصیات شجاعت علی مجاہد، انجینئر صدیق ضیاء، ڈاکٹر محمد یٰسین سمیت تقریباً ایک سو سے زائد شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والی شخصیات شامل تھیں۔ تاسیسی اجلاس کے موقع پر سرپرست اعلیٰ شیران اسلام کچھ اس انداز میں مخاطب ہوئے۔

آیئے شیران اسلام کچھ لمحات کے لئے آنکھیں بند کر کے خطہ عرب کی قبل از اسلام حالت پر غور فرمائیں اور تصورات وخیالات کی دنیا میں ڈوب کر دیکھیں کہ!

جو قوم دنیا کی بدترین بدتہذیب تھی............سب سے زیادہ مہذب و شائستہ کیسے بن گئی؟

جو قوم دنیا کی جاہل ترین قوم تھی............وہ قوم دنیا کی امام کیسے بنی؟

جو قوم شراب کی رسیا تھی............وہ پاکباز و پاک دامن کیسے بنی؟ جو قوم خون ریزی وجنگ وجدل کی عادی تھی............باہم شیر وشکر کیسے ہوگئی

جو قوم بھوکوں کے منہ سے نوالہ چھیننے والی تھی............اپنی جان دے کر دوسروں کو پانی کیوں پلانے لگی؟

کیوں مگر کیوں؟ صرف اور صرف اس لئے کہ وہ قوم عشق رسول ﷺ کی رسی میں جکڑی گئی، محبت رسول ﷺ میں غرق ہوگئی۔ اور احترام ومقام مصطفےٰ ﷺ کے لئے قربان ہو ہوگئی۔ اور حکم مصطفےٰ کریم ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے لگی۔ آیئے! اسی روایت کو زندہ کرنے کے لئے اسی یاد کو تازہ کرنے کے لئے اسی صحرا کو سیراب کرنے کے لئے، اسی گلشن کو آباد کرنے کے لئے' اسی ویرانے کو سرسبز و شاداب کرنے کے لئے، فروغ عشق رسول ﷺ کے لئے' اٹھ کھڑے ہوں اور گھر گھر' گلی گلی' کوچہ کوچہ' قریہ قریہ' گاؤں گاؤں' شہر شہر فروغ عشق رسول ﷺ کا پیغام پہنچانے کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں۔

آیئے شیران اسلام! باطل کا عفریت اپنی پوری طاقت کے ساتھ میدان میں گھوم اور جھوم رہا ہے۔ اب حجروں، مدرسوں اور خانقاہوں سے نکل کر رسم شبیری ادا کرنے کا وقت آپہنچا ہے............

اٹھو شیران اسلام! اس لئے کہ اسلام کے دشمن قیامت کی چال چل رہے ہیں۔ معرکہ حق وباطل پیش ہے اور جگہ جگہ حشر برپا ہے۔ اس وقت باطل کا راستہ روکنا اور شیطان کو ٹوکنا علماء ومشائخ سمیت آپ کا بڑا فرض ہے اور فرض بھی ایک قرض ہوتا ہے جو لمحہ بہ لمحہ اتارتے رہنا چاہیے۔ کل اسلاف نے شر کا منہ توڑا تھا' اب اخلاف کی باری ہے لہذا! جاگو شیران اسلام، اٹھو شیران اسلام۔☆......☆......☆

خبرنامہ

محمد سہیل انجم

تقریب حلف وفاداری

18 جون ۲۰۰۵ بروز ہفتہ شیران اسلام کے مرکزی عہدیدار اور دوسرے ارکان حضور داتا گنج بخش قدس سرہ کی بارگاہ بیکس پناہ میں سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ اللہ اللہ، کیا عظیم دربار ہے، کتنی بڑی سرکار ہے سچ فرمایا حکیم الامت حضرت اقبال علیہ الرحمہ نے

سید ہجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم
بند ہائے کوہسار آساں گسیخت
در زمین ہند تخم سجدہ ریخت
عہد فاروق رضی اللہ عنہ از جمالش تازہ شد
حق ز حرف او بلند آوازہ شد
پاسبان عزت ام الکتاب
از نگاہش خانہ باطل خراب
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ، از مہر او تابندہ گشت

اس تصور سے کہ یہ پاکستان کے اصل صدر ذی وقار کا دربار ہے۔ انھیں کے زیر سایہ شیران اسلام کے نومنتخب کی تقریب حلف وفاداری ہونی چاہئے، دربار شریف کی مسجد شریف ہی میں ایک جگہ پناہ لے کر بیٹھ گئے۔ چنانچہ یہیں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے منظور نظر اور تربیت یافتہ غلام قبلہ ڈاکٹر محمد یسین صاحب نے نومنتخب عہدہ داروں سے حلف وفاداری لیا۔ حاجی محمود احمد صاحب، امیر مرکزی جناب شجاعت علی مجاہد بھی اس موقع پر موجود تھے۔ پروفیسر محمد حسین آسی دامت برکاتہم العالیہ کی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا

پیغام قرآن کانفرنس

(۱)۔ ہمیں حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے میدان عمل میں آنا ہوگا

(پیر سید کرامت علی شاہ صاحب)

(۲)۔ مسلمان اس وقت جس صورت حال سے دوچار ہیں حضور ﷺ کا ہر غلام اس سے پریشان ہے۔ (سرپرست اعلیٰ شیران اسلام)

(۳)۔ ہم مشرف کی بے غیرتی والی روشن خیالی کو مسترد کرتے ہیں، اسلام سے بڑا روشن خیال مذہب کوئی نہیں۔ (مرکزی امیر)

18 جون بروز ہفتہ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور کے لائبریری حال میں شیران اسلام پاکستان پنجاب کے زیر اہتمام امریکہ گوانتاناموبے میں قرآن پاک کی بے حرمتی پر بیداری ملت اتحاد ملت اور غلبہ دین کی بحالی کے لئے ملک و اسلام دشمن قوتوں کا قلعہ قمع کرنے کے لئے پیغام قرآن فہم کے حوالے سے پیغام قرآن کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ جس کی صدارت مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی صاحب مدظلہ العالی نے فرمائی۔ مہمان خصوصی دربار لاثانی کے نامزد سجادہ نشین صاحبزادہ پیر سید کرامت علی شاہ صاحب علی پور سیداں شریف تھے۔

کانفرنس کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جس کی سعادت محترم قاری محمد ثاقب صاحب نے حاصل کی۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں نذرانہ عقیدت قاری محمد ظہور صدیقی صاحب نے پیش کیا۔ جبکہ نقابت کے فرائض صوبائی ناظم اعلیٰ شیران اسلام جناب عاصم محمود صاحب نے انجام دیئے۔

کانفرنس میں خطاب فرماتے ہوئے سرپرست اعلیٰ نے فرمایا کہ مسلمان اس وقت جس صورت حال سے دوچار ہیں ہر اسلام کا درد رکھنے والا اور حضور ﷺ کا سچا غلام پریشان ہے، انہوں نے فرمایا کہ اس وقت صرف چلوں اور مراقبوں کی ضرورت نہیں ہمیں میدان عمل میں آنا ہوگا۔ اور اپنے اندر یہ جذبہ پیدا کرنا ہوگا کہ ہمارا تن من دھن سب کچھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے انہوں نے فرمایا کہ شیران اسلام کا مدعا اور صرف یہ ہے۔

رسول اللہ توں صدقے جان میری
ایہ فانی زندگی قربان میری

مرکزی امیر شیران اسلام جناب شجاعت علی مجاہد صاحب نے اپنے خطاب میں مفتی ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی صاحب کی قیادت میں 8 جون کو نکالی گئی ریلی کی کامیابی پر جامعہ نعیمیہ اور دوسری سنی جماعتوں کو مبارکباد دی اور انہیں خراج تحسین پیش کیا۔

انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ امریکہ جیسے سب سے بڑے دہشت گرد کی غلامی چھوڑ کر حضور ﷺ کی غلامی اپنا لیں تو آنے والا وقت انشاء اللہ پاکستان کا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں مشرف کی بے غیرتی والی روشن خیالی نہیں چاہئے۔ سب سے بڑا روشن خیال اور اعتدال پسند مذہب

اسلام ہے۔ ہمیں حضور علیہ السلام کی سچی غلامی کی ضرورت ہے۔ جب تک ہم حضور علیہ السلام کی تعلیمات کی پیروی نہ کریں گے۔ ذلیل وخوار ہوتے رہیں گے۔

صاحبزادہ پیر سید کرامت علی شاہ صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ یہ دعویٰ کر لینا کہ ہم مسلمان ہیں، کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ حضور ﷺ نے اسلام کیلئے جو مشکلات برداشت کی ہیں جس مقصد کے لئے حضور علیہ السلام روتے رہے، ظلم برداشت کرتے رہے، یہی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے، جو نام نہاد پیر اور علماء خاموش گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا روحانی سلسلہ ہے جہاد ہمارا کام نہیں وہ یہ بتائیں کہ حضور علیہ السلام کی سنت سے بڑھ کر کیا چیز ہو سکتی ہے ہمیں حضور علیہ السلام کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے میدان عمل میں آنا چاہئے اور ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہمارے اندر وہ کونسی خامیاں ہیں جن کی وجہ سے آج مسلمان یہ ناکامیاں دیکھ رہے ہیں

ان کے علاوہ کانفرنس میں انجمن طلباء اسلام کے محترم جناب عطا محمد قصوری صاحب، مصطفائی تحریک کے جناب ڈاکٹر محمد یوسف آرائیں، شیران اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم نشر واشاعت جناب خواجہ ناصر رحمانی صاحب نے بھی خطاب فرمایا، اور قرآن پاک کی بے حرمتی پر امریکہ اور امریکی نواز پاکستان حکومت قرارداد مذمت پاس کی گئی

کانفرنس کے اختتام پر مفکر اسلام قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب نے امت مسلمہ کی بیداری اور ان میں جذبہ جہاد پیدا ہونے کے لئے دعا فرمائی۔ یاد رہے شیران اسلام (لاہور) نے لنگر شریف کا وسیع اہتمام بھی کیا تھا۔

(کاروائی اہم اجلاس) شیران اسلام پاکستان

شیران اسلام پاکستان کے مرکزی عہدیداران کا ایک اہم اجلاس مورخہ 12 جون 2005 بروز اتوار بوقت 12 بجے دن بمقام نقش لاثانی پبلک ہائی سکول مہر ٹاؤن سیالکوٹ میں منعقد ہوا جس کی صدارت مرکزی امیر شیران اسلام پاکستان مجاہد ملت جناب شجاعت علی مجاہد نے کی۔ اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن مجید اور نعت رسول مقبول ﷺ سے ہوا جس کی سعادت مفتی غلام حسن نورانی صاحب نے حاصل کی۔ بعد ازاں مرکزی امیر شیران اسلام پاکستان جناب شجاعت علی مجاہد صاحب نے سابقہ کارکردگی پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ شیران اسلام پاکستان نے تھوڑے ہی عرصے میں جس قدر ترویج وترقی کی منازل کو چھوا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ الحمدللہ مسئلہ ختم نبوت کی بابت قوم کو بیدار کرنے کا پروگرام بھی شیران اسلام کے پلیٹ فارم سے شروع ہوا ہے۔ جو کام بڑے بڑے دولت وثروت اور پجاروں والے نہ کر سکے وہ شیران اسلام نے قلیل وسائل کے ساتھ پیدل چل کر کیا یہ اللہ تعالیٰ اور سرکار دو عالم کی رحمت نیز اولیاء اللہ کی توجہ کا نتیجہ ہے۔ ہمارے پروگراموں میں یہود ونصاریٰ اور مرزائیوں کی خوب مرمت کی جاتی ہے۔ حال ہی میں قرآن پاک کی بے حرمتی کے خلاف مورخہ 12 جون کو جو لاہور جلوس نکالا گیا بہت کامیاب تھا۔ تنظیم شیران اسلام پاکستان خالصتاً اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ کی خوشنودی کے لئے کام کر رہی ہے اور بیداری امت کے لئے اس ماحول میں کام کرنا شیران اسلام کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ ایسی تنظیموں کو خریدنے کیلئے بڑے بڑے منصوبہ ساز لوگ اندر ہی اندر کوشاں رہتے ہیں لہذا ان سے بچنے کے لئے ہمیں اپنی آنکھیں ہر وقت کھلی رکھنی ہوں گی تاکہ ان شیطانوں سے خود کو اور قوم کو بچایا جا سکے۔

جن سے تنظیم ھذا کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ فتنہ مرزائیت کی سرکوبی کیلئے تنظیم نے اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ آخر میں اس اہم اجلاس کے ایجنڈے کے مطابق شیران اسلام پاکستان کے مختلف خالی عہدوں کیلئے متفقہ رائے سے درج ذیل اصحاب کو نامزد کیا گیا۔

1۔ جناب اظہر نعیم صاحب۔ نائب امیر شیران اسلام
2۔ جناب بدیع الزماں صاحب ایڈووکیٹ۔ قائم مقام مرکزی ناظم اعلیٰ
3۔ جناب محمد عارف مجاہد صاحب۔ صوبائی نائب امیر اضافی چارج چیئرمین مرکزی پروگرام کمیٹی
4۔ جناب خواجہ ناصر رحمانی صاحب۔ مرکزی سیکرٹری نشر واشاعت
5۔ جناب عاصم محمود صاحب۔ صوبائی ناظم اعلیٰ
6۔ جناب عرفان محمود برق صاحب۔ صوبائی ناظم اعلیٰ شعبہ ختم نبوت
7۔ جناب امجد صاحب۔ سیکریٹری اطلاعات ختم نبوت
8۔ جناب محمد آصف ظہیر صاحب۔ ضلعی رابطہ سیکریٹری ختم نبوت
9۔ جناب زاہد صاحب۔ رابطہ سیکریٹری ضلع لاہور شیران اسلام
10۔ شمس الدین نقشبندی۔ امیر شیران اسلام ضلع لاہور
11۔ جناب مفتی غلام حسن نورانی صاحب۔ مرکزی مبلغ شیران اسلام۔
12۔ جناب محمد توصیف سرور کنوینئر۔ اسلامی یونیورسٹی بہاولپور۔
13۔ جناب سہیل انجم صاحب۔ ڈویژنل امیر شیران اسلام۔

مزید براں۔ جناب محمد عارف مجاہد صاحب نے تجویز پیش کی کہ تمام عہدیداران کی ایک روزہ ورکشاپ منعقد کی جائے گی، جناب شجاعت علی مجاہد صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ختم نبوت پروگرام سیالکوٹ میں منعقد ہوگا، تین روزہ تربیتی پروگرام کا انعقاد اور قرآن پاک کی بے حرمتی کے سلسلے میں احتجاجی جلسے، ریلیاں اور مظاہرے ہونے چاہئیں۔

جناب بدیع الزماں صاحب نے فرمایا کہ دستور عمل کی کاپی اور تمام عہدیداروں کے پتہ جات اور ٹیلی فون نمبرز مہیا کیے جائیں۔ بعد ازاں دعائے خیر کی گئی۔

☆.....☆.....☆

Monthly *Mujallah* **AL-HAQIQA**

July 2005
Reg. No. C.P.L 590

جل جلالہٗ
یا رب العلمین

علیک الصلوٰۃ والسلام
یا رحمۃ للعلمین

غوث الاغیاث قطب الاقطاب فرد الافراد

سید الاسیاد، سند الاسناد، واہب المراد شیخ یگانہ شاہکار لاثانی، قیوم زمانی، قندیل نورانی شہنشاہ ولایت

اعلیحضرت عظیم البرکات حضور پیر

سیّد علی حسین شاہ نقشِ لاثانی

قدس سرہ النورانی

عرسِ مقدّس

سالانہ

۲۷ جولائی
بروز بدھ

بمقام:
دربار شہنشاہِ لاثانی و حضور نقشِ لاثانی
علی پور سیّداں شریف

زیرِ صدارت

زبدۃ الصالحین، عمدۃ السالکین
مصدر فیوض و برکات، پیکر انوار و تجلیات
وارث شہنشاہ لاثانی شاہکار حضور نقش لاثانی

زیب سجادہ لاثانی
اعلیحضرت پیر
سیّد محمد اسماعیل شاہ
علی پور سیّداں شریف
دامت برکاتہم العالیہ

الداعون الی الخیر غلامانِ حضور نقشِ لاثانی قدس سرہٗ